



# SHAMS-UL-ISLAM,

**BHERA (Pakistan)**

جلد ۱۹  
شمارہ ۴  
سالانہ چھپنا

# رسالہ شمس الاسلام

ہر گزیر کی  
گیارہ تاریخ  
شمارہ چھپنا

جلد ۱۹  
بھیر مغربی پاکستان بابا شجاع المظفر ۱۳۴۶ھ مطابق ماہ جون ۱۹۲۴ء  
نمبر ۴

## بہارِ اسلام

(از محترم نفیس صاحب چٹائی)

میری نظروں میں ابھی تک ہے وقارِ اسلام  
اے جوانو ابھی کاندھوں پہ ہے بارِ اسلام  
کس طرف لوٹ گئی آ کے بہارِ اسلام  
تو نے بھی دیکھی ہے وہ شان بہارِ اسلام  
کیسے گزرے تھے تجھی پر سے سوارِ اسلام  
کس نے پھیلایا تھا ایراں میں خمارِ اسلام  
تیرے ساحل پہ نہ آئے تھے سوارِ اسلام  
کس نے پھیلائی تھی ہر سمت بہارِ اسلام  
جھک گئے جنگ میں بھی سجدہ گزارِ اسلام  
لاکھ مردوں سے لڑے چن سوارِ اسلام  
اور تھے چاروں کے چاروں ہی وقارِ اسلام  
یار تھے احمد مرسل کے بھی یارِ اسلام  
مٹ نہ جائے کہیں دنیا سے وقارِ اسلام  
کہ پلٹ تو نہیں جائے گی بہارِ اسلام

میری آنکھوں میں ابھی تک ہے بہارِ اسلام  
اے جوانو ابھی دتے ہے تمہارے کچھ کام  
اے خدائے عز و جل تو ہی بنا دے مجھ کو  
اے ہمالہ کی بلندی تو ہی سچ سچ کہہ دے  
خاکِ اسپین ابھی تک تو نہ بھولی ہوگی  
قصرِ کسریٰ کا اُلٹ ڈالا تھا تختہ کس نے؟  
آپ گنگا ترے پانی سے وضو کس نے کیا؟  
دادئی سندھ ترے ریتلے صحراؤں میں  
ہاں لڑائی میں بھی جس وقت ہوا وقت نماز  
اکثر اوقات ہوا ایسا بھی جنگوں میں کبھی  
چار یاروں کی وفا سے ہوا اسلام قوی  
یعنی بوبکرؓ و عمرؓ و حضرت عثمانؓ و علیؓ  
لیکن افسوس کہ اب دین کا کچھ پاس نہیں  
اے رسولِ احمد مرسل ذرا فرمائیے گا

ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے ہیں دین کے رپر  
اور خود ہی کو سمجھتے ہیں وقارِ اسلام

# شذرات

## عبر و عبر

(ادارہ)

دعوے کیا تھے اور اب؟ :- جن دنوں الیکشن کی ہنگامہ آرائی تھی ان دنوں عام طور سے اکابر و اصغر مسلم لیگ کی طرف سے عام مسلمانون کے سامنے یہی وعدہ کیا جاتا تھا کہ ہماری ہر ساری جدوجہد صرف اس لئے ہے کہ پاکستان میں اسلامی حکومت قائم کی جائے اور قرآن مجید کا الہی قانون نافذ ہو۔ اس مضمون کے اشتہارات اور ٹریکٹ بھی لاکھوں کی تعداد میں شائع کئے گئے اور کلمہ طیبہ پڑھ پڑھ کر اور درود شریف پڑھا پڑھا کر زوردار الفاظ میں یہی وعدے کئے گئے۔ چنانچہ ان متعدد ٹریکٹوں میں سے ایک ٹریکٹ "الیکشن بورڈ پنجاب مسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن" کی طرف "قائد اعظم کے اسلامی پیغام" کے نام سے شائع ہوا تھا۔ اور عام دیہات میں تقسیم کیا گیا اور پڑھا گیا تھا۔ قائد اعظم کے ان پیغامات کو تھکانے سے قبل شائع کنندہ ادارہ ان پیغامات کی اہمیت ان الفاظ میں ذکر کرتا ہے :-

اسی پمفلٹ میں قائد اعظم کی مختلف تقاریر کے اقتباسات درج ہیں۔ اس پمفلٹ کو ہمراہ رکھیں۔ ایسے مواقع پر جہاں پاکستان کی حکومت یا مسلم لیگ کی پالیسی یا قائد اعظم کی شخصیت کا ذکر ہو رہا ہو وہاں اس میں سے ضروری حصص پڑھ کر سنائیں۔ اس طریق پر الفاظ ادا کئے جائیں کہ پیغام کی روح اور شوکت قائم رہے۔ رک رک کر گرج دار طریق پر بولیں۔ ایک تقریر میں ایک آدھ حوالہ کافی ہوگا۔ دیہات میں سادہ سادہ معنی بھی بتاتے جائیں۔

اس مفید کے بعد "قائد اعظم" کے گیارہ اسلامی پیغام ان کی مختلف تقاریر سے درج کئے گئے ہیں۔ اس لئے تاکہ اس سے پاکستان کی حکومت اور مسلم لیگ کی پالیسی کا صحیح اندازہ ہو سکے اور مطالبہ پاکستان کے دعویٰ کی اصل حقیقت مسلمانون کو معلوم ہو۔ ہم بھی ان پیغامات میں سے بعض کو بعینہ نقل کرتے ہیں۔

(۱) مسلمانو! ہمارا پروگرام قرآن پاک میں موجود ہے۔ ہم مسلمانون پر لازم ہے کہ قرآن پاک بہ غور پڑھیں۔ اور قرآنی پروگرام کو دیکھ کر اس پر عمل کریں۔ اسی قرآنی پروگرام کے ہوتے ہوئے مسلم لیگ مسلمانون کے سامنے کوئی دوسرا نیا پروگرام پیش نہیں کر سکتی (خارج پیغام نومبر ۱۹۴۵ء)

(۲) قرآن مجید تمام مسلم قوم کا پشت و پناہ۔ مجاہد ماوا اور توحی کشی کا کعبون ہمارے ہے۔ ہم مسلمانون پر فرض ہے کہ قرآن پاک کو بہ غور پڑھیں اور اس پر عمل کریں اور تعلیمات قرآنی و اسلامی کو سب سے مقدم سمجھیں (خارج صدارتی تقریر کراچی سیشن)

(۳) مجھ سے اکثر یہ پوچھا جاتا ہے کہ پاکستان کا طرز حکومت کیا ہوگا؟ پاکستان کی حکومت تعین کرنے والا میں کون؟ یہ کام پاکستان کے رہنے والوں کا ہے۔ اور میرے خیال میں مسلمانون کا طرز حکومت آج سے ساڑھے تیرہ سو سال قبل قرآن حکیم نے فیصلہ کر دیا تھا۔

(صدارتی تقریر جالندھر بموقع آل انڈیا مسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن ۱۹۴۳ء)

(۴) رہنمائی کے لئے ہمارے پاس اسلام کی عظیم الشان شریعت موجود ہے۔ درخشاں کارنامے، تاریخی کامیابیاں اور روایتیں موجود ہیں۔ اسلام ہر شخص سے امید رکھتا ہے کہ وہ اپنا فرض بجالائے (جناح علی گڑھ تقریر ۱۹۴۲ء)

(۵) قرآن مسلمانوں کا ضابطہ حیات ہے۔ اس میں مذہبی اور مجلسی دیوانی اور فوجداری۔ عسکری اور تعزیری۔ معاشی اور معاشرتی غرضیکہ سب شعبوں کے احکام موجود ہیں۔ مذہبی رسوم سے لیکر روزانہ امور حیات تک روح کی نجات سے لیکر جسم کی صحت تک۔ جنت کے حقوق سے لیکر ایک فرد کے حقوق و فرائض تک۔ اخلاق سے لیکر جرائم تک۔ زندگی میں جزا و سزا سے لیکر عقبیٰ کی سزا و جزا تک ہر ایک فعل قول اور حرکت ہر مکمل احکام کا مجموعہ ہے۔ لہذا جب میں یہ کہتا ہوں کہ مسلمان ایک قوم میں تو حیات اور بعد حیات کے ہر معیار اور ہر مقدار کے مطابق کتنا ہوں (قائد اعظم بنام گاندھی اگست ۱۹۴۷ء)

(۶) ہمارا یہ دعویٰ اور اعلان ہے کہ مسلمان ایک علیحدہ اور عظیم قوم ہیں۔ ہم دس کروڑ افراد کی ایک ملت ہیں۔ ہمارا اپنا امتیازی تمدن اور تہذیب ہے۔ اپنی زبان اور ادب ہے۔ اپنا آرٹ اور فنِ عمارت ہے۔ اپنے علیحدہ اور امتیازی نام ہیں۔ اپنے معیار کے مقدار و تناسب ہیں۔ اپنی علیحدہ مطمح نظر اور آرڈینیشن ہیں۔ مختصراً یہ کہ زندگی کے ہر شعبہ پر ہمارا خصوصی نظریہ ہے جو اور سب اقوام سے مختلف ہے۔ ہم قوم کی ہر تعریف اور معنوں کے لحاظ سے ایک قوم ہیں (جناح بنام گاندھی، ۱۹ ستمبر ۱۹۴۷ء)

(۷) میری پچھلی عید کے پیغام کے بعد سے مسلمانوں میں اپنی ذمہ داریوں کا احساس زیادہ سے زیادہ بڑھ رہا ہے۔ ہر مسلمان جانتا ہے کہ قرآنی تعلیمات محض عبادات اور اخلاقیات تک ہی محدود نہیں۔ بلکہ قرآن کریم سب مسلمانوں کا دین و ایمان اور قانونِ حیات ہے۔ یہی مذہبی۔ معاشرتی۔ تمدنی۔ تجارتی۔ عسکری۔ عدالتی اور تعزیری احکام کا مجموعہ ہے۔ ہمارے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہم کو یہ حکم ہے کہ ہر مسلمان کے پاس اللہ کے کلام پاک کا ایک نسخہ ضروری ہو۔ اور وہ اس کو یہ خورد و خوض مطالعہ کرے تاکہ یہ اس کی انفرادی ہدایت کا باعث بھی ہو۔ (بینام عید ستمبر ۱۹۴۵ء)

یہ صاف و شہر آشناناں تھے جو کئے گئے۔ اور ان پر اعتماد کر کے قوم نے لیگ کا ساتھ دیا۔ الیکشن میں ووٹ دیکر اکابر لیگ کو اسمبلی ہاں تک اور وزارت کی گدیوں تک پہنچایا۔ اور اپنی متفقہ آواز سے پاکستان منوایا۔ صرف آواز سے نہیں بلکہ مشرقی پنجاب کی قیامت خیز قبائلیوں اور بریادیوں کے ساتھ ساتھ پاکستان قائم ہوا۔ تو اب قیام پاکستان کے بعد مسلمان قوم کا کیا یہ حق نہیں؟ کہ وہ اسلامی پیغامات دینے والے اپنے قائد اعظم کی خدمت میں دست بستہ عرض کریں اور اس قسم کی تقاریر کرنے والے لیڈروں اور لیگی رہنماؤں سے مطالبہ کریں اور خدا و رسول، قرآن و حدیث کے نام پر ووٹ مانگ کر اسمبلی تک پہنچنے والے عمال اور عویروں سے سوال کریں۔

اور پنجاب مسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن کے الیکشن بورڈ اور اس قسم کے دوسرے اداروں اور اشتہارات شائع کرنے والوں اور مسلمان اخبارات ایڈیٹروں سے پوچھیں کہ وہ مینے گرو گئے۔ آئین ساز اسمبلی کے تین اجلاس ہو چکے۔ اور اب تک نہ قرآنی پروگرام کو دیکھ کر اس کے

مطابق کہیں عمل کیا گیا۔ نہ تعلیمات قرآنی اور اسلامی کو سب سے مقدم سمجھا گیا۔ نہ قرآن مجید کو طحا و مادی اور قوی کشتی کا کھیلون مار تھیں کیا گیا۔ اگر وہ پیغام سچائی کے ساتھ دیا گیا تھا۔ اور صداقت کے ساتھ قوم تک پہنچا یا گیا تھا۔ تو آج جبکہ با اختیار حکومت ہاتھ آگئی ہے۔ تو قرآن پاک کو مسلمانوں کے لئے ضابطہ حیات تسلیم کرنے میں اور مذہبی مجلسی۔ دیوانی۔ فوجداری۔ عسکری۔ تعزیری۔ معاشی اور معاشرتی غرضیکہ سب شعبوں میں اس کے قوانین و احکام کو نافذ کرنے میں پس پیش کیوں ہو رہا ہے۔ اور آخر میں بتایا جائے کہ اس عظیم اور عظیم قوم کا وہ ابتدائی تمدن و تہذیب اپنی زبان و ادب، علم و طبع نظر اور آرزوئیں اور خصوصی نظریات قیام پاکستان کے بعد کہاں ظہور پذیر اور جلوہ آلا ہو گئے ہیں اور موقع حاصل ہونے کے بعد ان دعاوی کی صداقت کا کہاں کہاں مظاہرہ کر دیا گیا ہے۔ اور ہر مسلمان تک کلام پاک کا یہ نسخہ دیکھ کر پہنچا نے اور غور و خوض کے ساتھ اس کو مطالعہ کرنے کے لئے ادارے کہاں بنائے گئے۔ اور اس بارے میں کوئی ابتدائی قدم اٹھایا گیا۔ یقیناً ان تمام سوالوں کا جواب نفی میں ہے۔ کئے ہوئے وعدوں کو پورا نہ کرنا بڑے شرم کی بات ہے۔ آخر قول مردانِ جان دارد "لہر تقو کوئن ما لا تقو کوئن" جیسا قائد اعظم نے خود تسلیم کیا ہے۔ کہ پاکستان کی حکومت کا تعین کرنے والا میں کون۔ یہ کام پاکستان کے رہنے والوں کا ہے۔ اور پھر خود یہ بھی فرمایا ہے "اور میرے خیال میں مسلمانوں کا طرز حکومت آج سے ساڑھے تیرہ سو سال قبل قرآن حکیم نے فیصلہ کر دیا تھا۔ تو پاکستان کے رہنے والوں کا مطالبہ اب یہ ہے اور آج تمام پاکستان میں اس کی گونج سنا دی گئی ہے۔ کہ جیسا بقول قائد اعظم قرآن حکیم ہی نے فیصلہ کر دیا ہے۔ ان الہ کہم الا للہ، امر الا بقہدوا الا یاہ، اور من یمتبع غیر الاسلام ینافقن یقیناً منہ، اس مملکت میں بادشاہت صرف اللہ تعالیٰ کی ہوگی۔ اور ارکان حکومت پاکستان بطور نیابت اللہ تعالیٰ کے قوانین و احکام کا نفاذ و اجرا کریں گے۔ حکومت کا مذہب اسلام ہو اور قانون قرآن ہو۔"

**چودھری خلیق الزماں کے ارشادات:** چودھری خلیق الزماں صاحب جو مسلم لیگ کے بڑے لیڈر اور ہندوستان کے باشندہ تھے۔ انھوں نے مسلمانوں کو ہلاکتوں کے بحر و دلد میں مبتلا کرنے کے بعد پاکستان کے قائم ہوتے ہی دلاں سے بھاگ کر کراچی آئے۔ اور "خاندانِ عظمیٰ" کی نظر عنایت کی بنا پر یہاں بھی انہوں نے اچھی پوزیشن سنبھالی۔ اب وہ پاکستان مسلم لیگ کے کنوینر مقرر ہوئے ہیں۔ اور لیگ کی تنظیم جدید کے سلسلہ میں پاکستانی جوبوں کا دوسرا فرما رہے ہیں۔ اس کا اصل کام تو یہ ہے کہ وہ مسلم لیگ کی نئی تنظیم کرے لیکن ملک میں قیام حکومتِ الہیہ کا جو مطالبہ عام مسلمانوں کی طرف سے زور و شور کے ساتھ ہو رہا ہے۔ اس سے اس کے اپنے طبقہ کے یہ حضرات کچھ پریشان و ہراساں سے ہیں۔ اور اپنی تقابیر سے اس لگی ہوئی آگ کو بجھانا چاہتے ہیں۔ چنانچہ چودھری صاحب نے لاہور کے ایک جلسہ عام میں ایک تقریر بجا دی۔ اور کہا کہ پہلے اسلامی ماحول پیدا کرو۔ پھر حکومت اسلامی ہو جائے گی۔ ورنہ اگر اسلام کا قانون جاری کیا گیا تو اس سے غریبوں کو نقصان پہنچے گا۔ چوروں کے ہاتھ کاٹے جائیں گے اور ہر بستی میں سڑکوں کی کثرت ہوگی۔ مطالبہ حکومت اسلامیہ کو مٹانے کے لئے ہمارے یہ اکابر عرصہ سے کوشش میں لگے ہوئے ہیں۔ اور طرح طرح کے جیلے بناتے تراشتے رہتے ہیں۔ لیکن چودھری صاحب نے یہ نئی گوسہ افشانی فرمائی۔ کہ قانون اسلام کے نفاذ و اجرا سے غریب کو نقصان ہوگا۔ ہم نے بہت کوشش کی کہ یہ اس فقرہ کے مطلب کو سمجھیں۔ مگر یہ

فلسفہ سمجھ میں نہیں آیا۔ کہ وہ نظام اسلامی جو غریبوں کا درجہ بلند کرنے والا، بلکہ امیری غریبی کا سوال ہی ختم کر کے ایک متوازن و متناسب معاشرہ انسانی بنانے والا ہے۔ اس میں غریبوں کو آخر نقصان کس طرح پہنچ سکتا ہے۔ ایک غریب مسلمان کو جب چودھری صاحب کا یہ جملہ سنایا گیا۔ تو اس نے مومنانہ جزم و ایتقان کے ساتھ کہا۔ کہ یہ قول چودھری صاحب اگرچہ ہم کو نظام اسلامی میں سرسبز نقصان و خسارہ ہو لیکن ایک مسلمان ہونے کی حیثیت سے ہم غریب طبقہ کے لوگ پھر بھی یہ پسند کرتے ہیں۔ کہ پاکستان کا نظام اسلامی ہو۔ اور جب اس نظام میں ان امراء و وزرا کو نقصان نہیں جیسا چودھری صاحب فرماتے ہیں تو ان حضرات کو آخر کیا ہو گیا ہے۔ کہ اسلام کا دعویٰ رکھتے ہوئے پھر بھی ایک مفید اور نافع نظام حکومت کو جاری کرنے سے ہچکچاتے ہیں۔

چودھری صاحب کے ان تازہ ارشادات پر ہم خود کچھ لکھنے کی بجائے یہ زیادہ موزون و مناسب سمجھتے ہیں۔ کہ پیر صاحب مالکی شریف کی نقید قارئین کے سامنے پیش کریں۔ جو انہوں نے چودھری صاحب کی اس تقریر پر کی ہے۔ یہ بات کسی سے مخفی نہیں کہ پیر صاحب موصوف مسلم لیگ کے ایک سرگرم کارکن ہیں۔ بلکہ صوبہ سرحد میں تو لیگ کو کامیاب ہی انہوں نے کیا ہے۔ تو پیر صاحب کا یہ تبصرہ اس لحاظ سے زیادہ اہم ہے کہ اس سے معلوم ہو سکتا ہے۔ کہ خود مسلم لیگ ہی میں بغضِ خدا تعالیٰ اب ایسے حضرات موجود ہیں جو ان کا برکے موجودہ رویہ سے نالاں اور بیزار ہیں۔ اور ان کی روش اور تقریروں کو اسلام کے لئے مضر اور خطرناک سمجھتے ہیں۔ پیر صاحب اپنے طویل بیان میں لکھتے ہیں۔

”چودھری صاحب ایک کمنہ مشق اور پختہ کار سیاسی کھلاڑی ہیں۔ اور انہوں نے اپنے مقصود ذہنی کو بڑی مدبرانہ لپیٹ میں پیش کیا ہے۔ لیکن اصحابِ بصیرت سے ان کے ارشادات کے دو ناپذیرہ پہلو مخفی نہیں رہے ہوں گے۔

اول چودھری صاحب نے فرمایا۔ کہ جب تک عوام پورے طرح پابندِ شریعت نہیں بن جاتے تب تک شریعت کو پاکستان کا آئین بنانے کا نام نہیں لینا چاہیے۔ ورنہ امراء و وزرا میرے اور آپ کے ہاتھ کاٹ ڈالیں گے اور ہمیں سنگسار کر دیں گے۔ غرض پہلے حکومت کی امداد کے بغیر عوام کو پابندِ شریعت بناؤ۔ پھر شریعت کو آئین حکومت بنانے کا ذکر زبان پر لاؤ۔ بصورتِ دیگر سنگین سزائیں بھگتے کو تیار ہو جاؤ۔ دوسرے چودھری صاحب مسلم لیگ کو ایسے متوکلین کا ٹیکہ بنا دینا چاہتے ہیں جنہیں حکومت سے بس دُور ہی کا رشتہ ہو۔ اور بیٹھے اللہ اللہ کرتے رہیں۔ وزرا کی دینا دی کو تاہمیوں کا علاج سیاسی دباؤ کے بجائے زیادہ روحانی وعظ و پند سے سرانجام دیں۔

یہی دونوں امور میں انتہائی ادب کے ساتھ چودھری صاحب سے اختلاف رائے کی جرأت کرتا ہوں۔ نفاذِ شریعت سے پہلے شرعی سوسائٹی کا نعرہ ان دُزیروں نے عوام کو گمراہ کرنے کے لئے بلند کیا ہے۔ جو شریعت کا بوجھ اپنے گلے سے اتار کر پبلک کے سر منڈھا چاہتے ہیں۔ یہ نعرہ صریح مغالطہ پر مبنی ہے۔ شرعی سوسائٹی نفاذِ شریعت کے بغیر نہیں بن سکتی۔ علاوہ ازیں ایک دفعہ شرعی سوسائٹی بن گئی تو پھر نفاذِ شریعت کی حاجت کیا باقی رہ جائے گی۔ سنگین سزائوں کی دھمکی بھی بے موقع ہے۔ اول تو شریعت صرف ہاتھ کاٹنے اور دُڑے بگانے کا نام نہیں۔ دوسرے شرعی نظام میں سب سے پہلے ایسے حاکم اور وزیر سرزایاب ہونگے جو بے گناہوں کے ہاتھ کاٹنا چاہیں۔ مطالبہ مکمل شرعی نظام کا ہے۔ یہ تو نہیں کہ قانون شرعی اور حاکم غیر

شرعی ہوں۔ چودھری صاحب نے یہ بھی درست نہیں فرمایا کہ شریعت واضح اور معین نہیں۔ ہمارا ایمان ہے کہ شریعت آج سے تیرہ سو سال قبل واضح اور معین ہو چکی ہے۔

پیر صاحب کا بیان کافی طویل ہے۔ ہم نے صرف اتنا حصہ نقل کر دیا جس میں چودھری صاحب کی تقریر کے اس جملہ پر تبصرہ تھا۔ کہ پہلے اسلامی ماحول تیار ہو۔ تب شریعت کو نافذ کیا جائے گا

عجیب بات ہے۔ اگر صرف ہندو موٹھت سے حکومت کے اثرات کے بغیر بلکہ مخالف نظام کے ہوتے ہوئے مکمل اسلامی ماحول تیار ہونے میں آسانی ہوتی۔ تو پھر پاکستان کا یہ مطالبہ کیوں کیا گیا۔ انگریزی حکومت میں بھی ہم اسلامی ماحول تیار کر لیتے اور اکھنڈ ہندوستان میں بھی اسلامی ماحول تیار کیا جاتا۔ مگر اس وقت چودھری صاحب اور آپ جیسے دوسرے اکابر نے بار بار یہی سمجھایا کہ اگر حکومت مشترک رہی تو اس صورت میں جمہوری اصولوں کے مطابق جو نظام حکومت بنیگا وہ غیر اسلامی ہوگا۔ اور غیر اسلامی حکومت کے ہوتے ہوئے مسلمان اپنے مذہب کے مطابق کما حقہ عمل نہ کر سکیں گے۔ قدم قدم پر اشکالات ہونگے۔ سارا ماحول غیر اسلامی بننا جائیگا۔ تمدنی۔ تہذیبی۔ تعلیمی اور معاشرتی امور میں غیر اسلامی نظام کی وجہ سے اسلام سے بُد ہوتا جائے گا۔ اور آخر کار ہندوستان میں سے مسلمان بحیثیت ایک مذہبی قوم کے ختم ہو جائیں گے۔ اور متحدہ قومیت میں دغ ہو کر فنا ہو جائیں گے۔ تو کیا یہ سب خطرات صرف اس وقت تھے جب متحدہ ہندوستان کا غیر الٹی نظام ہوتا اور اگر پاکستان میں ہی غیر اسلامی اور کافرانہ نظام ہو تو یہ خطرات کچھ نہیں ہونگے۔ اور حکومت کے مسلمان ہونے بغیر یہاں اسلامی ماحول پیدا ہو سکتا ہے؟ ہرگز نہیں۔

**ملک فیروز خاں نون کی تقریر :-** ملک فیروز خاں نون کی گزشتہ ساری زندگی اور سیاسی اور مذہبی نامہ اعمال کی حقیقت کسی شخص سے مخفی نہیں۔ پھر الیکشن کا وہ زمانہ بھی ہر کسی کو یاد ہے کہ اچانک ملک صاحب نے ہوا کے رُج کو پہچان کر رنگ بدل دیا۔ اور ایوان حکومت سے نکل کر قوم کے سامنے سیٹج پر جلوہ گر ہوئے۔ جلسوں میں درد مندانہ تقریریں کیں۔ اپنے خادم اسلام ہونے کا نفعین دلایا۔ ہر قول ایک رادی ایک موقع پر قرآن مجید موجود نہ ہونے کی وجہ سے انگریزی کی ضخیم کتاب کو ریشمی رولوں میں لپیٹ کر قرآن مجید کے نام سے اس پر قسم کھا کر مجمع عام کو مسجور و معتقد بھی بنادیا۔ پڑھو مومنو درد شریف؟ لا الہ الا اللہ! کا مشغلہ بھی سینوں جاری رکھا۔ اور اس طرح خدا و رسول کے مقدس نام کے ذریعہ سے حکومت اسلامی جاری کرنے کے لئے دوڑ حاصل کئے اور اسمبلی کے ممبر بنے۔ مگر پاکستان بننے کے بعد جب ان وعدوں کو پورا کرنے کا وقت آیا تو اب خدا و رسول، قرآن و حدیث، درد شریف اور لا الہ الا اللہ سب کچھ طاقی نسیان پر رکھا گیا ہے۔ اور ساری جدوجہد اس کے لئے ہے۔ کہ وزارت کی کرسی مل جائے۔ خوب عیش و نشاط کے ساتھ زندگی گزرے۔ برطانیہ کا وہی کافرانہ نظام ہو اور جس کرسی پر پہلے انگریز بیٹھ کر اس نظام باطل کے ماتحت حکومت چلاتے تھے۔ ہم بھی اسی کرسی پر بیٹھ کر اُس نظام کے مطابق حکمرانی فرماں روائی کریں اور بس۔

اب ایک طرف قوم کا مطالبہ ہے۔ دعوے یاد دلائے جاتے ہیں۔ اور دوسری طرف یہ الیکشن کے زمانہ کے خادم اسلام اور درد شریف پڑھانے والے اس مطالبہ کو ٹالنے اور اپنی تقریروں کے ذریعہ سے اس کو دبانے کی کوشش کر رہے ہیں۔ چنانچہ آئے دن اس قسم کے ارشادات ان لیڈرانِ کلام کی طرف سے اخبارات میں شائع ہوتے رہتے ہیں۔ ملک فیروز خاں نون نے بھی کراچی میں "یومِ عالم اسلام" کے ایک جلسہ کی صدارت کرتے ہوئے

اس قسم کی باتیں کیں۔ نظام اسلامی کے علمبرداروں کو ”ملا“ کہہ کر ان پر بھی برسے۔ اور ساتھ ہی عورتوں کی بے پردگی کی حمایت کر کے کما کر پردہ قرآن مجید سے ثابت نہیں،

ملک صاحب اور ان جیسے دوسرے لیڈروں کی یہ تقریریں سن کر اور خیالات پڑھ کر ہم کو زیادہ افسوس ان لوگوں کی حالت پر آتا ہے جو ان کی چینی چڑی باتوں سے بے سانی دھوکہ کھا کر ان کو خادم اسلام سمجھنے لگے اور زندہ باد کے نعروں سے فضاؤں کو بھر دیا تھا۔ اور یہ لیڈر اسلام سے کوسوں دور ہوئے اور دوسروں کو دور رکھنے کی جدوجہد کے باوجود اگر پھر شیخ پر جلوزہ آرا ہوئے تو سیدھے سادھے مسلمان ان کے ماضی کے تمام نقوش کو بوج ذہن سے مٹا کر ان کے دام فریب میں پھنس جائیں گے۔ اور جب ایک موٹے تانے سے رئیس و سربراہ دار کے منہ سے اپنے کاغذ کے ساتھ سنیں گے کہ مومن پڑھو و دشریف! تو بس یہ بچارے رام ہو جائیں گے۔ اور یقین کرینگے کہ اس سے بڑھ کر خادم اسلام، عاشق رسول، عامل قرآن، پیر و حدیث اور کون ہو سکتا ہے۔ لہذا زندہ باد کے نعروں ہونگے۔ اور قوم اپنی جان اس کے سامنے نذر کرے گی۔ اگر ان اکابر کو یہ یقین نہ ہوگا کہ ہم نے پہلے ہی قوم کو بڑھو بنایا ہے۔ اور آئندہ بھی قوم کو بڑھو بنانا اور فریب دے کر اپنا کام چلا سکتے ہیں تو کبھی بھی وہ اس قسم کی باتوں کی جرات نہ کرتے۔ قوم کے عمومی مطالبہ کو اور مذہبی جذبات و احساسات کو اس بے پردہی کے ساتھ کبھی نہ ٹکراتے۔ اور اس طرح تسخیر و استعمار کے ساتھ یہ بے باک نہ تقریریں نہ ہوتیں۔ ان تمام مفاسد کی اصلاح کے لئے بنیادی علاج یہ ہے کہ قوم میں صحیح شعور اسلام پیدا ہو۔ اور وہ بڑے بھلے اور صالح و فاسد کا امتیاز کرے۔

**شریعت گروپ اور خلافت پاکستان گروپ:** خدا و رسول، قرآن و حدیث، اور ایمان و اسلام ہی کے نام پر مسلم لیگ کی تنظیم کی گئی تھی۔ اس لئے بہت سے نیک دل، مخلص، نظام اسلامی کے سچے طالب بھی اس تحریک میں شامل ہوئے اور انہوں نے زیادہ اخلاص و دہدہ کی کے ساتھ حصول پاکستان کی کوشش کی تاکہ ملک کا علیحدہ خطہ حاصل کرنے کے بعد اس میں نظام اسلامی جاری کر سکیں۔ اور ایسے مخلصین اور دیندار حضرات کی جدوجہد اور اخلاص کا اثر تھا کہ پاکستان قائم ہوا۔ اور اس ملک میں جس نظام حکومت کا چلانا باشتہندگان ملک کو پسند ہو۔ وہ چلا سکیں اس امر کا اختیار حاصل ہو گیا۔ تو اس موقع پر مسلم لیگ کے ان مخلص ارکان نے دوسرے اکابر سے ان وعدوں کو سرانجام دینے کا مطالبہ کیا۔ مگر جلد انہوں نے محسوس کیا کہ اپنے طبقہ کے لیڈر اور اور و سادہ مغرب زدہ اعلیٰ تعلیم یافتہ اور لیگ کے سیاہ و سپید کے مالک اور وزراء حکومت نہ نظام فرنگی کو بدلنا چاہتے ہیں۔ نہ خود اپنے اندر تبدیلی پیدا کرنا چاہتے ہیں۔ اور یہ معلوم کیا کہ جب ملک حکومت پاکستان اور لیگ کے کلیدی عمودوں پر ان کا تسلط و اقتدار ہو نظام اسلامی کے قیام کی توقع غیث ہے۔ اس احساس کی بنا پر انہوں نے خود لیگ کے اندر مستقل تنظیم کی ضرورت محسوس کی۔ چنانچہ مغربی پنجاب میں مولانا عبدالستار غاں نیازی نے خلافت پاکستان گروپ کے نام سے ایک مستقل گروپ بنایا۔ اور وہ اینگلو محمدان نوابوں کی کینڈسٹ سربراہ داروں سے اقتدار چھین کر نظام اسلامی کے لئے راستہ صاف کرنے میں لگے ہوئے ہیں۔ یہ بالکل اسی طرح صوبہ سرحد میں پیر صاحب مالکی شریف نے سرحد مسلم لیگ کے اندر شریعت گروپ کے نام سے ایک علیحدہ گروپ کی تنظیم شروع کی ہے۔ انہوں نے اخبارات میں ایک مفصل بیان دیکر ان حالات و وجوہات کا ذکر کیا ہے جن کی بنا پر وہ اس اقدام کے لئے آمادہ ہو گئے ہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ میں گوشہ نشینی سے میدان سیاست



میں نکل کر اس لئے سرگرم عمل ہوا تھا کہ مجھے کما گیا تھا۔ کہ پاکستان کی ساری جدوجہد شریعت اسلامیہ کی ترویج کے لئے ہے اور ایک اسلامی حکومت قائم کی جائے گی۔ اب سب کچھ ان وعدوں کے خلاف ہو رہا ہے۔ اس لئے شریعت گروپ کے نام سے تنظیم کر کے عوامی طاقت کو بڑھا کر ان وزراء و اراکین حکومت کو مجبور کرنا ہے کہ وہ اسلام کی طرف آئیں اور نظام کا فرائض کو بدل کر نظام الہی کو نافذ کر دیں۔ سرحدیں مسلم لیگ میں پیر صفا کی طاقت مسلم ہے۔ سرحدیں پیر صاحب اور ان جیسے دیندار طبقہ کی جدوجہد سے لیگ کو فروغ حاصل ہوا۔ اور جب پیر صاحب نے شریعت کا مطالبہ پیش کیا۔ تو اس سے بے پروائی برتی گئی۔ اصل میں یہ حالات پیدا ہوئے جن کی وجہ سے پیر صاحب کو اب ضرورت محسوس ہوئی۔ پیر صاحب نے ۲۲ مئی کو لاہور کے ایک عظیم الشان جلسہ میں تقریر کرتے ہوئے فرمایا ہے۔ کہ سب قربانیاں شریعت کو آئین پاکستان بنانے کیلئے دی گئیں افسوس ہے کہ آج شریعت کو آئین بنانے میں لیت و لعل سے کام لیا جا رہا ہے۔ وزراء خدا کی حکومت قائم کرنے کی بجائے خود شامانہ اختیارات کے مالک بننے کی فکر میں ہیں۔ اس لئے میں نے شریعت کو پاکستان کا آئین بنانے کی کوشش کرنے کے لئے مسلم لیگ کے اندر آل پاکستان شریعت گروپ کی بنیاد رکھی ہے۔ تاکہ شریعت کے سب حامی مل کر موجودہ برسرِ اقتدار گروہ کو مجبور کریں۔

ان حالات سے اندازہ ہوتا ہے کہ مطالبہ شریعت کس قوت سے پھیلنا جا رہا ہے۔ اور یقیناً ہمارے لیڈروں کو عام مسلمانوں کے مطالبہ کا احترام کرنا پڑے گا۔ اور حکومت پاکستان کو ایک دن کلمہ طیبہ پڑھ کر اعلان کرنا ہوگا لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ +

## خدا کا نور

(طاووت)

حسنِ سیرت سے جو دل معمور ہے      دل وہ دل کب ہے خدا کا نور ہے  
بندہ پرور جب نہیں ان سا کوئی      بندگی پر بندہ بھی مجبور ہے  
راہ میں تھک کر نہ رہ جائیں کہیں      منزل مقصود کافی دور ہے  
آزمائش میں ہوا قصہ تمام      آزمائش کا بھی کیا دستور ہے  
حور کی حد ہے نہ کوئی صبر کی      دارِ پھر کیوں نازشِ منصور ہے؟  
فکرِ بیش و کم نہیں مجھ کو ندیم!      جو بھی قسمت میں ہے وہ منظور ہے

ہوالحی

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

ہوالمعین

# حکومت الہی و استخلاف فی الارض

## اُمّتِ مسلمہ کا مقصدِ حیات

(اداسرا)

کسی قوم کی اخلاقی و روحانی موت اُس وقت واقع ہوتی ہے جب وہ اپنا بلند و پاکیزہ اخلاقی نصب العین کھودے۔ اور ذہنی طور پر مفلس و قلاش ہو بیٹھے۔ ایسی حالت میں اس کی تمام فکری صلاحیتیں، ذہنی بلندیاں، تخیل کی دستیں اور عملی قوتیں صرف طبعی ضروریات اور مادی حاجات کے محور و مرکز پر گھومنے لگتی ہیں، نظری صرف پیٹ کو دیکھتی ہیں عقلوں پر مادہ پرستی اور افادیت پسندی کا بھوت سوار ہو جاتا ہے۔ علم و ادب اور آرٹ و فن پر عورت، ردی، عیاشی اور نفس پرستی چھا جاتی ہے۔ ایسی مادہ پرست اور مردہ قومیں دین، اخلاق، تقویٰ اور انسانیت کو جنس کا سدھ سمجھ کر، اخلاقیات کو بیکار و ناکارہ تصور کر کے غرقِ مئے ناب کر دیتی ہیں۔ اگر ہم ایسی قوموں کی تمام پستیوں اور گمراہیوں کا تجزیہ کریں تو بالآخر دو چیزیں برآمد ہوتی ہیں۔ خدا فراموشی اور خود فراموشی۔ یعنی عیاش و بدکار اور نفس پرست قومیں خدا کو اور اپنے آپ کو بھول جاتی ہیں۔ طاقت و اقتدار اور دولت و حکومت پا کر یا تو خدا کا انکار کر دیتی ہیں یا اگر اتنی بھی ہیں تو صرف اس حد تک کہ لوگ انفرادی طور پر اس کی پوجا کر لیں اور عبادتیں کرتے ہیں۔ خدا اور مذہب کو سیاست و تمدن سے الگ رکھیں۔ یہ چالاک و مکار اور نفس پرست قومیں خدا اور مذہب کو یوں مسجد گرہا اور مندر میں محدود و مقید کر کے سیاسی دنیا میں اپنی خداوندی کا سکہ جاری کر دیتی ہیں، اللہ کی زمین پر غاصبانہ و ظالمانہ قبضہ کر لیتی ہیں۔ اللہ کے بندوں کو اپنا بندہ بنا لیتی ہیں۔ اللہ کے قانون کی جگہ اپنا خود ساختہ قانون جاری کر دیتی ہیں۔ اور اپنا تختِ جلال کچھا کر مذہب اور اخلاق کا مذاق اڑاتیں اور عدل و انصاف کا منہ چڑھاتی ہیں۔ یہ ہے خدا فراموشی۔

رہی خود فراموشی سواس کی حقیقت یہ ہے کہ وہ یہ تو خوب جانتی ہیں کہ ہم انسان ہیں۔ مگر انسان سے ان کی مراد دوپیروں کا جیوان ہوتی ہے۔ وہ یہ سمجھتی ہیں کہ انسان ایک اعلیٰ قسم کا جانور ہے جس کا کام چرنا، چکنا، کیلیں مارنا، جاع کرنا اور مر جانا ہے۔ یہ معلوم نہیں وہ کیسے پیدا ہو گیا۔ کہاں سے آگیا؟ اُسے اس سے بحث ہی نہیں ہونی چاہئے کہ وہ کیا ہے؟ کیوں ہے؟ اس کو کس نے پیدا کیا؟ اور کس نے پیدا کیا؟ اُسے تو صرف اپنی خواہشات کی کیلیں و تسکین کا سامان کرنا چاہئے۔ یہی اس کی زندگی کا مقصد ہے۔ وہ اپنی زندگی کے معاملہ میں آزاد ہے۔ اُسے اپنی زندگی کا قانون اپنے علم، تجربہ اور عقل و پسند سے خود بنانا چاہئے۔ یاد دہندوں سے اس کی بھیک مانگ لینی چاہئے۔ انسان سے مافوق علم و ہدایت کا کوئی سرچشمہ موجود نہیں۔ اگر ہو بھی تو وہ عصر حاضر کے لئے بیکار اور ایک گرم خوردہ چیز ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

# انسان اور شیطان

(۲)  
(اخلاص)

اس آیت کریمہ کا مفہوم و مفاد اور شیطان کے اعلانِ بغاوت کا خلاصہ یہ ہے کہ میں اپنے حریف آدم کی ذریت کو ہر طرح ہتکاوٹ اور ہتکاوٹوں کا۔ حراطِ مستقیم پر قائم نہیں رہنے دوں گا۔ اس کو ٹیڑھے ترچھے راستوں پر چلا دوں گا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ وہ انسان جو شیطان کے قبضہ میں آئیں گے۔ وہ اللہ کے شکرگزار بندے نہیں رہیں گے۔ کفرانِ نعمت کریں گے۔ اور باری تعالیٰ سے بغاوت و سرکشی پر آمادہ ہو جائیں گے۔

بنی نوع انسان کی فلاح و ترقی اور سعادت دارین کا راز اس امر میں ہے کہ وہ اپنے وجدان، حورس اور عقل و فکر سے اپنے خالق و مالک اور اپنے معبود کو پہچانیں۔ پھر اسی کی اطاعت و فرمانبرداری کا ثبوت دیں۔ ہدایت و جُنبوت سے استفادہ کریں۔ اور خدائے قدوس کی دی ہوئی تمام فیکری قابلیتوں اور عملی صلاحیتوں کو اسی کی مرضی و منشا کے مطابق صرف کریں اور اپنی زندگی کے تمام معاملات و مسائل میں احکامِ الہیہ اور حدودِ الہیہ کے پابند رہیں۔ اسی پابندی سے اثرِ سعادت و نجات کی تمام راہیں کھلتی اور انسان اپنے مقصدِ حیات کو حاصل کرتے ہیں۔ یہ ان نازل کے لئے شکرگزاری کی راہ ہے۔ یعنی وہ اس دنیا میں صرف اللہ کے شکرگزار بندے بن کر رہیں۔ دوسری راہ یہ ہے کہ وہ اپنے خالق و معبود کو نہ پہچانیں۔ ہدایتِ الہی کے ماننے سے انکار کر دیں۔ اللہ تعالیٰ کے عطا کردہ فیکری و عملی قوتوں و صلاحیتوں کو اپنی مرضی کے مطابق استعمال کریں۔ اور اپنے نفس کو اپنا رہنما بنالیں۔ یہ کفرانِ نعمت اور ناشکری ہے۔ شیطان انسان کو اسی راہ پر لاتا ہے۔ اور اسمیں اپنی تمام کوششیں اور قوتیں صرف کر دیتا ہے۔

وہ چاہتا ہے کہ انسان درحقیقت جس کا بندہ ہے۔ اس کا بندہ بن کر نہ رہے۔ بلکہ اپنے نفس کا بندہ بن جائے۔ یاد دہرے شیاطین کچھ والانس کا بندہ بن جائے۔ اس دنیا میں آزاد و خود مختار خدا کا باغی بن کر رہے۔ انسان کی فطرت میں خدا سے بغاوت و سرکشی کا مادہ اور امکان ہے۔ اس کو ابھار دے۔ اور اس کو خدا فراموشی و خود فراموشی کے مرض میں مبتلا کر دے۔

شیطان کی سب سے بڑی وسوسہ اندازی یہ ہوتی ہے  
شیطان کی سب سے بڑی وسوسہ اندازی کہ وہ انسان کو طرح طرح کے وعدوں میں رکھتا۔ آرزوؤں

میں مبتلا کرتا اور اُمیدیں دلانا ہے۔ جو لوگ اس وسوسہ کو قبول کرتے ہیں۔ وہ عیش و راحت اور نجات و سعادت کی راہ سے بھٹک جاتے ہیں۔ کتاب اللہ و سنت رسول اللہ کے نبٹائے ہوئے عقائد و اعمال کے علم و عمل سے محروم ہو جاتے ہیں۔ اور حقیقت و عمل کی جگہ خود ساختہ عقائد و اعمال، محض باطل آرزوں، جھوٹی اُمیدوں اور دل بہلاؤں میں پڑ کر اپنی زندگی برباد کر لیتے ہیں۔ سعی و عمل کی راہ کو چھوڑ کر آرزوؤں اور تمناؤں کی وادیوں میں بھٹکنے لگتے اور فریب میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ چنانچہ شیطان نے امتِ مسلمہ پر آفرینش ہی میں یہ اعلان کر دیا تھا۔ **وَإِنَّ يَدَ عُونِ الشَّيْطَانِ مُوَبَّغَاتٌ لَّعَنَهُ اللَّهُ وَكَانَ لَا تَخَذَنَ مِنْ عِبَادِكَ نَصَبًا مَّفْرُوضًا وَلَا ضَلَّتْهُمْ وَلَا مَتَّيْتَهُمْ وَلَا مَرَّتْهُمْ فَلَيْسَ بَيْنَكَ إِذَاتِ الْإِنْعَامِ وَلَا مَرَّتْهُمْ فَلَيْسَ بَيْنَكَ خَلْقِ اللَّهِ ط وَمَنْ يَتَّخِذِ الشَّيْطَانَ وَلِيًّا مِنْ دُونِ اللَّهِ فَقَدْ خَسِرَ خُسْرًا مُبِينًا ۝ ۴ (۱۱۷-۱۱۸)**

اور یہ نہیں پکارتے ہیں۔ مگر شیطان مرود کو جس پر اللہ لعنت کر چکا ہے اور شیطان نے کہا میں تیرے بندوں سے ایک مقررہ حصہ لے کر رہوں گا۔ اور ضرور انہیں بہکاؤں گا اور ضرور ایسا کروں گا۔ کہ انہیں آرزوؤں میں مشغول رکھوں اور ضرور انہیں (مشرکانہ عقائد و اعمال کا) حکم دوں گا۔ پس وہ جانوروں کے کان ضرور ہی چیرینگے۔ (اور انہیں تبوں کے نام پر چھوڑ دیں گے) اور میں البتہ حکم دوں گا۔ وہ خدا کی خلقت میں ضرور تغیر و تبدل کر دیا کریں گے۔ اور جو کوئی اللہ کو چھوڑ کر شیطان کو اپنا رفیق و مددگار بنانا ہے۔ تو یقیناً وہ تباہی میں پڑے گا۔ ایسی تباہی میں جو کھلی تباہی ہے۔ شیطان نے گمراہ قوموں اور انسانوں کو جن شرکانہ عقائد و اعمال میں پھنسا دیا۔ جن جھوٹی آرزوؤں میں مبتلا کیا۔ اور ان کے ہاتھوں خدا کی خلقت کو بدل لایا۔ اس کے ذکر سے قرآن نمین لبریر ہے۔ مشرک اور اہل کتاب کی گمراہیوں کے ذکر میں تفصیل سے یہ چیزیں بیان کی گئی ہیں۔ تاکہ امتِ مسلمہ ان گمراہیوں اور شقاوتوں سے باخبر اور محفوظ رہے۔

شیطان کے اس چیلنج کے جواب میں ارشاد ہوا۔ **قَالَ اخْرُجْ مِنْهَا مَذْعُومًا مَذْهُومًا لَمْ يَنْ تَبِعَكَ مِنْهُمْ لَا مَلَأَتْ جَهَنَّمَ مِنْكُمْ أَجْمَعِينَ ط (۱۱۹)** فرمایا یہاں سے نکل جا۔ ذلیل اور رامذہ۔ بنی آدم سے جو کوئی تیری پیروی کرے گا تو وہ تیرا ساتھی ہوگا۔ اور میں البتہ ایسا کروں گا۔ کہ تم سب سے جہنم بھر دوں۔

اللہ کے بندوں کو شیطان گمراہ نہیں کر سکتا جس وقت انسان اور شیطان کا تصادم شروع ہوا تھا۔ اور شیطان نے انسانوں کو گمراہ کرنے کا چیلنج کیا تھا۔ اسی وقت باری تعالیٰ کی طرف سے خیبر ہی دے دی گئی تھی۔ کہ جو لوگ اس دنیا میں صحیح معنوں میں ایمان و عمل صالح کی روح حامل کر لیں گے۔ اور پورے شعور اور عزم و ارادہ کی سختگی کے ساتھ اللہ کی سبکدوشی اختیار کر لیں گے۔ ان پر شیطان کا قابو نہیں چل سکیگا۔

**إِنَّ عِبَادِي لَأَكْثَرُ لَكَ عَلَيْهِمْ سُلْطٰنٌ إِلَّا مَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْغَاوِينَ (۱۲۰) جو میرے**

مخلص بندے ہیں۔ اُن پر تیرا کچھ زور نہیں چلیگا۔ صرف اُنہی پر تیرا زور چلیگا جو (بندگی کی) راہ سے ہٹ چکے۔ مطلب یہ کہ اگر انسانوں نے سچے دل کے ساتھ میری بھیجی ہوئی ہدایت کی ٹھیک پیروی کی۔ اور عبادت و بندگی کی راہ پر چلے رہے۔ تو ان کا کچھ نہ بگاڑ سکے گا۔ اُن پر تیرا کوئی افسوس کا رنگ نہ ہوگا۔ وہ تیرے وساوس کا اپنی دینی بصیرت سے قلع قمع کرتے رہیں گے۔ اور تیرے بچپائے ہوئے جالوں کو توڑتے رہیں گے۔ خلاصہ یہ کہ انسانوں کو شیطانی وساوس غوریت سے بچانے والی چیز ہدایت الہی کی پیروی ہے۔ قرآن پاک کے علم و عمل سے انسان اس ازلی دشمن سے مامون و مصئون ہو سکتے ہیں۔ ہاں اگر دنیا کے کفار و مشرکین اور نام نہاد مسلمان کتاب اللہ کو بالائے طاق دھریں۔ اور غیر اسلامی نظاموں کے ماتحت زندگیاں بسر کرتے لگیں، اپنے نفس خادع کو اپنا رہنما بنالیں اور اللہ کی بندگی کو جھٹک کر کفار و مشرکین کی غلامی، رسم و رواج کی پابندی، خواہشات کی پیروی اور نفس پرستی شروع کر دیں تو پھر شیطان اُن پر پوری طرح قابو پالیتا ہے۔ اور اُن کو اپنا بندہ بنالیتا ہے۔ ایسے لوگوں سے قرآن مبین پر اُن قرآن کو یوں باخبر اور آگاہ کرتا ہے۔

قُلْ هَلْ أُنَبِّئُكُمْ لِبَشَرٍ مِّنْ ذَلِكَ مَثُوبٌ عِنْدَ اللَّهِ مَنْ لَعَنَهُ اللَّهُ وَغَضِبَ عَلَيْهِ وَجَعَلَ مِنْهُمْ الْقِرَدَةَ وَالْخَنَازِيرَ وَحَبَدَ الطَّاغُوتِ أُولَٰئِكَ سُرُّ مَكَانًا قَدْ ضَلُّ عَنْ سَوَاءِ السَّبِيلِ ۝۶۶

اے پیغمبر تم کو کیا میں تمہیں بتاؤں، اللہ کے حضور جزا کے اعتبار سے کون زیادہ بدتر ہوگا؟ وہ لوگ جن پر خدا نے لعنت کی اور اپنا غضب اُتارا۔ اور اُن میں سے گنتوں ہی کو بندہ اور سور کی طرح کر دیا۔ اور وہ جو شریر قوتوں کو پوچھنے لگے۔ یہی لوگ ہیں جو رب سے بدتر درجے میں ہیں۔ اور سب سے زیادہ سیدھی راہ سے ہٹ چکے ہوئے۔

اس آیت کے میسے جن حقائق پر روشنی پڑتی ہے وہ یہ ہیں:-

(۱) اللہ تعالیٰ کے نزدیک جزا کے اعتبار سے بدترین لوگ وہ ہیں جن پر خدا نے لعنت کی۔ اور جن پر اپنا

غضب اُتارا۔

(۲) وہ کون لوگ ہیں جو اللہ کی لعنت کے سزاوار ہوتے ہیں؟ قرآن پاک کی رو سے وہ لوگ جو دنیا کے خوف یا طمع سے احکام حق چھپاتے ہیں۔ اللہ کی کتاب سے منہ موڑ لیتے ہیں۔ یا احکام الہی میں اپنی مرضی کے مطابق رد و بدل کر لیتے ہیں۔

(۳) اس طرح جو لوگ اللہ کی لعنت کے سزاوار ہوتے ہیں۔ اُن کی نطرت مسخ ہو جاتی ہے وہ بندہ کی طرح گمراہ قوموں کے اوکار و اعمال کی نقالی کرنے لگتے ہیں۔ اور خنزیری کی طرح بے حیا اور عیاشی و بدکار ہو جاتے ہیں

(۴) وہ خدا پرستی کی جگہ شریر قوتوں کو پوچھنے لگتے ہیں جس طرح آج اسلام کے دعویدار اگوس، امریکہ اور برطانیہ جیسی شریر قوتوں کو پوچھ رہے ہیں۔ یعنی تہذیب و معاشرت اور تمدن و سیاست میں اُن کے نظاموں پر ایمان لائے ہوئے ہیں۔

(۵) یہ سب کچھ اس لئے ہوتا ہے۔ کہ لوگ ہدایت الہی کو بالائے طاق رکھ کر شیطانی وساوس اور شیطانی آرزوؤں کا شکار ہو جاتے ہیں۔

**شیطان کا کام صرف وسوسہ اندازی ہے**  
یاور ہے شیطان کا کام اس کے سوا اور کچھ نہیں۔ کہ وہ دل کے یقین و ایمان کو غیر محسوس انداز سے متزلزل کرتا ہے۔ غمِ راسخ میں پھونک مارتا ہے۔ اندر ہی اندر قوانین اللہ سے انحراف پر مائل ہو جاتا ہے یا تاویلِ باطلہ کی الجھن میں مہینا دیتا ہے۔ راہِ حق پر چلنے سے روکتا ہے۔ فرضی و دہی خطرے اور اندیشے لاکھڑے کرتا ہے انسان کو اللہ کا وفا دار بندہ نہیں رہنے دیتا۔ اس میں سستی اور کالی پیدا کرتا ہے۔ اور خدا سے غافل کر کے دنیوی لذتوں اور راحتوں کی چاٹ لگا دیتا ہے۔ یہ سب شیطانی حربے ہیں یہیں شیطان سے پناہ مانگنے کا اسی لئے حکم ہوا۔

قُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ النَّاسِ ۝ مَلِكِ النَّاسِ ۝ إِلَهِ النَّاسِ ۝ مِنْ شَرِّ الْوَسْوَاسِ الْخَنَّاسِ ۝ الَّذِي يُوَسْوِسُ فِي صُدُورِ النَّاسِ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ ۝  
ان سے کہہ دو کہ میں انسانوں کے پروردگار، انسانوں کے بادشاہ اور ان کے معبود کی پناہ مانگتا ہوں۔ وسوسہ انداز ہٹ جانے والے شیطان کے شر سے جو لوگوں کے دلوں و سوسے ڈالا کرتا ہے۔ جن میں سے اور ان میں سے۔

**شیطانی وساوس کا علاج**  
اس سورۃ میں شیطانی وساوس کا علاج تیلایا گیا ہے۔ اور وہ اللہ تعالیٰ کی ربوبیت، اس کی ملکیت اور اس کی معبودیت کا علم و یقین ہے یعنی جو انسان رب، ملک اور الہ کا صحیح مفہوم و مدعا سمجھ لے۔ اور اس کا پورا پورا علم و یقین حاصل کر لے۔ وہ شیطانی وساوس سے نجات حاصل کر سکتا ہے۔ ان تینوں صفاتِ خداوندی کے علم و یقین کے بغیر انسان اور کسی طرح شیطان کی گراہی محفوظ نہیں ہو سکتا۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا۔ کہ شیطان کا تالو انہی لوگوں پر چلتا ہے۔ جو اللہ تعالیٰ کی ربوبیت، بادشاہت اور معبودِ حقیقی ہونے کا علم و یقین نہیں رکھتے۔ نیز دنیا میں جتنے بھی مظالم و مفساد اور جتنی بھی خرابیاں اور گمراہیاں ہیں۔ ان سب کا سبب یہ ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ کی ان تینوں صفات کے علم و یقین سے محروم ہو گئے ہیں۔ وہ مذہبی پیشواؤں کو امرِ بایا صینِ دُونِ اللہ انسانوں کو حکمران و قانون ساز اور غیر اللہ کو معبود بنائے بیٹھے ہیں۔ جو لوگ خدا کے منکر اور مادہ پرست ہیں۔ ان کا تو ذکر ہی کیا۔ خدا کو ماننے والے بھی حسد کو نہیں جانتے۔ اور خدا تعالیٰ کی صفات کو انسانوں میں ثابت کر کے اپنی دنیا و آخرت برباد کر رہے ہیں۔ نہ تو وہ توحید کی حقیقت کو جانتے ہیں۔ اور نہ شرک کی حقیقت سے آشنا ہیں۔ اس لئے سوائے اللہ کے بندوں کے سب کے سب شیطان کی گرفت میں آ گئے ہیں۔

مذکورہ بالا سورۃ میں ایک چیز اور بھی ثابت ہوئی۔ اور وہ یہ ہے کہ شیطان جنوں اور انسانوں کو اپنا آلہ کار

نبایا کرتا ہے۔ وہ انسانوں کو اللہ کی بندگی سے ہٹانے کے لئے خود اپنی صورت میں نہیں آیا کرتا۔ بلکہ جنوں اور انسانوں کے لباس میں اپنا کام کیا کرتا ہے۔ اس کے لئے انسانوں کو بہکانے کے لئے خود انسان ہی بہترین ذریعہ ہیں۔ وہ انسان جن کو شیطان اپنا آلہ کار بنایا کرتا ہے۔ وہ مذہبی رنگ میں علمائے سوا اور پیرانِ ریاکار، اقتصادی رنگ میں سرمایہ دار اور سیاسی رنگ میں حکام اور لیڈر ہوا کرتے ہیں۔ یہ دنیا دار اور بناوٹی مذہبی پیشوا۔ سرمایہ دار اور حکام و لیڈر ہی ہمیشہ انسانوں کو اللہ کی بندگی سے ہٹا کر اپنی بندگی میں لاتے رہے اور انسانوں پر اپنی خدائی قائم کرتے رہے۔ اور آج بھی ایسے ہی شیطان صنعت انسان انسانوں کو اپنا بندہ بنا لئے ہوئے ہیں۔ ان کو اسلام کی صراطِ مستقیم پر نہیں آنے دیتے۔ اور اللہ تعالیٰ کی حکمرانی و قانون سازی کا تخت جلال بچھائے ہوئے ہیں۔ ایسے ہی انسانوں سے مولانا رومؒ نے آگاہ کیا تھا۔

اے لبالبیس آدم روئے ہست      پس بہر دستے نیاید داد دست  
حضرت اقبالؒ اسی کو دیکھ کر فرماتے ہیں

خدا وندا! یہ تیرے سادہ دل بندے کدھر جاؤں؟ کہ درویشی بھی عیاری ہے سلطانِ فی بھی عیاری  
اسی لئے قرآن پاک سے مسلمانوں کو تاکید و ہدایت کی ہے:-

اَتَّبِعُوا مَا اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ مِنْ رَبِّكُمْ وَلَا تَتَّبِعُوا مِنْ دُونِهِ اَوْلِيَاءَ۔ تمہارے رب کی طرف سے جو کچھ نازل ہوا ہے۔ اُسی کی پیروی کرو۔ اور اس کے سوا کسی مددگار و کارساز کی پیروی نہ کرو۔

یعنی اگر تم انسانوں کی گمراہی سے محفوظ رہنا چاہتے ہو۔ تو صرف قرآنی احکام کی پیروی کرو۔ اپنے تمام عقائد و اعمال اور کار و بار حیات کو قرآنِ الہی کے مطابق سرانجام دو۔ بیشاپین الحکم والائس تمہارا کچھ نہ بگاڑ سکیں گے۔ شیطان کا سر سے بڑا حربہ گمراہ انسان ہے۔ وہ ان گمراہ انسانوں کے ذریعہ اہل حق کو گمراہ کیا کرتا ہے۔ اہل حق گمراہ انسانوں سے ذہنی طور پر شکست کھا جایا کرتے ہیں۔ ان کے انکار و نظریات کو نادانستہ طور پر قبول کر لیتے ہیں۔ اور ہر ان کی خواہشات کی پیروی کرنے لگتے ہیں۔ اسی لئے خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بدعت فرمائی۔

اِنَّا اَنْزَلْنَا اِلَيْكَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ الْكِتَابِ وَمُهَيِّمًا عَلَيْهِ فَاحْكُم بَيْنَهُمْ بِمَا اَنْزَلَ اللّٰهُ وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَاءَهُمْ عَمَّا جَاءَكَ مِنَ الْحَقِّ ط (آیہ) اور (اے پیغمبر) ہم نے تمہاری طرف سچائی کے ساتھ کتاب بھیجی۔ ان کتابوں کی تصدیق کرتی ہوئی جو پہلے سے موجود ہیں۔ اور ان پر نگہبان۔ سوچا ہیئے کہ خدائی نازل کی ہوئی کتاب کیطابق لوگوں کے درمیان فصد کرو۔ اور جو سچائی تمہارے پاس آئی ہے۔ اسے چھڑ کر لوگوں کی خواہشات کی پیروی نہ کرو۔

یہاں اچھی طرح سمجھ لینا چاہیئے۔ کہ شیطان جن کن انسانوں کے ذریعہ اور کس کس طریقہ سے اہل حق کو گمراہ کرنے اور راہِ حق سے ہٹانے کی کوشش کرتا ہے۔

**ابلیسی سرکرتین مظہر** یاد رکھنا چاہیئے کہ ہدایت الہی کا سارا زور اس امر پر صرف ہوتا ہے۔ کہ انسان صرف خدا کا بندہ ہو۔ نہ خاندان اور قبیلہ کا بندہ بنے اور نہ وہ نفس کا بندہ بنے۔ نہ باپ دادا کا بندہ بنے۔ نہ خاندان اور قبیلہ کا بندہ بنے۔ اور نہ غلط کاروگر مذہبی پیشواؤں، سیاسی رہنماؤں اور حکام کا بندہ بنے۔ جو شخص ان سب کی بندگی سے آزاد و متنفر ہو کہ صرف اللہ کا بندہ بن جائے پس وہی شیطان کی گمراہی سے محفوظ ہو سکتا ہے۔ اللہ کا بندہ بن جانیکا مطلب یہ ہے کہ انسان تمام عقاید و اعمال میں صرف قوانین الہیہ کو سندا مانے۔ صرف احکام الہی کی پیروی کرے۔ نہ اپنی خواہشات پر چلے اور نہ دوسروں کی خواہشات پر۔ اللہ تعالیٰ کے حکم کی خلاف ورسی کسی کا حکم نہ مانے اور سب سے باغی ہو کر اللہ کا ونا دار بن جائے۔ یہی اسلام ہے اور اصل دین خدا کی اطاعت و فرمانبرداری ہے۔ ایسے مسلمان اور دیندار انسانوں ہی کے لئے کہا گیا ہے کہ ان پر شیطان کا کچھ قابو نہیں چلتا۔

زندگی کے معاملات و وسائل میں بعض ایسے مواقع پیش آتے ہیں۔ کہ اللہ کے حکم اور دوسروں کے حکم میں کشاکش شروع ہو جاتی ہے۔ ان میں ایک طریقہ اللہ کی کتاب اور رسول کی سنت بتاتی ہے۔ دوسرا طریقہ انسان کا خود اپنا نفس بتاتا ہے۔ یا باپ دادا کی رسمیں اور برادری کا رواج بتاتا ہے۔ یا انسانوں کے بنائے ہوئے قانون بتاتے ہیں۔ اب جو شخص ایسے مواقع پر خدا کے بتائے ہوئے طریقہ کو چھوڑ کر کسی دوسرے طریقہ کو اختیار کر لے تو بس وہ راہ حق سے ہٹ چکا گیا اگر کوئی شخص سب سے توحید و رسالت ہی کو نہ مانے اور اپنی ساری زندگی میں یہی طریقہ اختیار کر لے وہ کافر ہے اور جو شخص بعض معاملات میں اللہ کے حکم پر چلے بعض باتوں میں اپنے نفس کا کہنا مانے۔ بعض مواقع پر آبائی رسم و رواج پر عمل پیرا ہو۔ اور زندگی کے بعض گوشوں میں انسانوں کے قانون پر چلنے لگے۔ وہ منافق ہے۔ اور جو شخص ہر معاملہ ہر مرحلہ اور ہر حال میں یہ دیکھے کہ اللہ کا حکم کیا ہے؟ پھر اسی پر عمل پیرا ہو۔ وہ اللہ کا بندہ اور سچا مسلمان ہے۔

شیطان سالانہ اس امر پر لگا ہوا ہے کہ انسان خدا کا بندہ نہ بنے پاٹے۔ وہ اپنا بندہ یا آدموں کا بندہ بنا رہے وہ کن کن اعتقادات کے ذریعہ انسانوں کو اللہ کی بندگی سے ہٹاتا ہے؟ ان کو الگ کیجئے اور سمجھئے۔

**آبائی رسم و رواج** اس سے مراد یہ ہے کہ باپ دادا سے جو عقیدے اور خیالات جو رنگ و ڈھنگ جو طور طریقے اور جو رواج چلے آ رہے ہیں۔ بس انہی کو مضبوط پکڑ لے۔ رواج اور برادری کا بندہ بن جائے۔ کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کو سنکر کالوں پر ماتہ رکھے اور کہے نہ بابا میں اپنے پرانے عقیدوں اور پرانے طریقوں پر ہی چلوں گا۔ دین حق کی آواز سن کر کہے یہ تو نئی اور عجیب بات ہے حق و صداقت سے کوئی تڑکا نہ رکھے اور محض سنی سنائی باتوں پر چار ہے۔ ایسا شخص درحقیقت اللہ کا بندہ نہیں۔ بلکہ رواج کا بندہ ہوتا ہے شیطان اس کو باپ دادا اور خاندان و قبیلہ کے رواج پر پختہ کر دیتا ہے۔ برادری کا ڈر دلوں میں بٹھا دیتا ہے ناک کا خیال ذہن میں جمادیتا ہے۔ اور خاندان و قبیلہ کے بڑے لوگوں کے دل و دماغ میں گھس کر آسانی کے



ساتھ انسانوں کو گمراہ کرتا رہتا ہے۔ قرآن کریم ایسے لوگوں کو سخت تنبیہ کرتا ہے۔  
وَإِذَا قِيلَ لَهُمُ اسْبَحُوا مَا أَنْزَلَ اللَّهُ قَالُوا بَلْ نَكْتُمُ مَا الْفَنَاءُ عَلَيْهِ آيَاءُنَا.  
أُولَٰئِكَ كَانُوا مِنْ أَهْلِ الْاِبْتِغَاءِ ۖ فَاَتَوَلَّوْا الْاِبْتِغَاءَ ۚ (البقرہ ۲۱) اور جب کبھی ان سے  
کہا گیا کہ جو کچھ خدا نے بھیجا ہے۔ اس کی پیروی کرو۔ تو انہوں نے یہی کہا۔ کہ ہم تو اس بات کی پیروی کریں گے جو ہمیں باپ  
دادا سے ملی ہے۔ اگر ان کے باپ دادا کسی بات کو نہ سمجھتے ہوں۔ اور راہِ راست پر نہ ہوں۔ تو کیا یہ پھر بھی انہی  
کی پیروی کئے چلے جائیں گے۔

یہی اندھی تقلید اور گمراہی ہے۔ جسمیں ہر زمانہ کے جاہل انسان مبتلا رہے اور اسی وجہ سے انہوں نے  
رسولوں کا انکار کیا۔ ہدایت الہی سے منہ موڑا، مگر اپنے پُرانے مذہب، پرانے طریقہ اور پُرانے رواج کو نہیں چھوڑا۔  
مشرکین مکہ اور ان کے سردار ابو جہل جیسوں کو رواج پرستی ہی نے ایمان نہ لانے دیا۔ جھوٹی شرم و عار، جاہل  
عصبیت اور اندھی تقلید ہی نے ہرنبی کے مقابلہ میں لوگوں کو بھی حجت پیش کرنے پر اُجھارا۔ کہ تم جو کچھ کہتے ہو۔ وہ ہمارے  
باپ دادا کے طریقہ کے خلاف ہے۔ اگر ہم نے تمہارا طریقہ اختیار کر لیا۔ تو خاندان اور برادری میں ہم منہ دکھانے کے  
قابل نہ رہیں گے۔ لوگ نام دھریں گے اور چھیڑیں گے۔ یہ اپنے باپ دادا کے طریقہ سے پھر گیا۔ ایسے گمراہ لوگ یہ  
فرض کر لیتے ہیں کہ ہمارے باپ دادا اور پرانے بزرگ بھی عقل و سمجھ رکھتے تھے۔ ان کے پاس بھی علم تھا۔ وہ نیک اور  
راہِ راست پر تھے۔ قرآن پاک نے ایسے لوگوں سے کہا۔ کہ نادانوں! تمہیں خود حق و باطل، کفر و ایمان اور  
صحیح و غلط کی تمیز ہونی چاہیے۔ تمہیں خود دین کا ضروری علم حاصل کرنا چاہیے۔ اپنی عقل سے کام لینا چاہیے اور  
یہ دیکھنا چاہیے۔ کہ تحریفِ دین کے اسباب کیا کیا ہو کر تے ہیں؟ اور پرانے لوگ سچائیوں اور حقیقتوں کو کیوں  
بدلتے اور کھولتے رہے۔ اگر دین حق ہمیشہ دنیا میں محفوظ رہتا۔ تو ایک لاکھ چوبیس ہزار نبیوں کے آنے کی کیا  
ضرورت تھی۔ بس ایک نبی اور ایک شریعت ہی قیامت تک کے لئے کافی تھی۔

قرآن میں نے ایسے گمراہ لوگوں کو ہدایت کی۔ کہ اگر تمہارے باپ دادا واقعی علم و عقل رکھتے اور ہدایت پر  
تھے۔ تو پھر ان کے نقش قدم پر چلنے میں کوئی ہرج نہی۔ اور اگر وہ گمراہ تھے مگر پھر بھی انہی کے طریقہ پر چلنے جانا  
کھلی گمراہی اور اعلیٰ درجہ کی جہالت ہے۔ رہا یہ فیصلہ کہ وہ ہدایت پر تھے یا گمراہ۔ اس کے لئے اللہ کی کتاب  
اور اس کے رسول کی سنت معیار، حجت، سند اور حکم ہے۔ مگر شیطان گمراہ انسانوں کو یہ بات نہیں سمجھنے دیتا۔  
کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کی طرف نہیں آنے دیتا۔ ایسے لوگ اپنے پرانے عقیدوں اور عملوں کو چپے رہتے  
ہیں۔ وہی یہ کہے چلے جاتے ہیں ہم حق پر ہیں۔ ہم فلاں فرستے، فلاں قبیلے۔ فلاں نسل اور فلاں بزرگ سے نسبت  
تعلق رکھتے ہیں۔ ہمارے مولویوں کا یہ حکم ہے۔ ہمارے پیروں نے ہمیں یہ ہدایت کی ہے اور ہمارے لیڈروں  
کا یہ فرمان۔ ہم تو صرف اپنے بزرگوں ہی کو مانیں گے۔ قرآن حکیم کا یہ ارشاد قابلِ غور ہے۔

وَكَذٰلِكَ مَا اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ فِي قَرْيَةٍ مِّنْ نَّذِيرٍ اِلَّا قَالُوا مُتْرَفُوهُمْ اِنَّا وَجَدْنَا اٰبَاءَنَا عَلٰٓى اَمْتٍ وَّاَنَّا عَلٰٓى اٰثَارِهِمْ مُعْتَدُونَ ۝ قَالَ اَوْلٰٓؤُ جِئْتُمْ بِاَهْدٰى مِمَّا وَحَدَّثْتُكُمْ عَلَيْهِ ثُمَّ عَلَيْهِ اٰبَاءُكُمْ ۙ قَالُوْا اِنَّا بِمَا اَنْزَلْتُمْ سَلَمٌۭ بِهٖ كُفِرُوْنَ ۝ فَانْتَقَمْنَا مِنْهُمْ فَاَنْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكْذِبِيْنَ .

(الزخرف - ۲) یعنی ایسا ہی ہوتا رہے کہ جب کبھی ہم نے کسی بستی میں کسی ڈرانے والے یعنی پیغمبر کو بھیجا تو اس بستی کے مالداروں نے یہی کہا کہ ہم نے اپنے باپ دادا کو ایک طریقہ پر پایا ہے۔ اور ہم انہی کے قدم بقدم حل رہے ہیں۔ پیغمبر نے ان سے کہا کہ اگر میں اس سے بہتر بات بتاؤں جس پر تم نے اپنے باپ دادا کو پایا ہے۔ تو کیا ہب بھی تم باپ دادا ہی کی پیروی کئے چلے جاؤ گے؟ انہوں نے جواب دیا کہ ہم اس بات کو نہیں مانتے۔ جو تم نے کرا لے ہو۔ پس جب انہوں نے یہ جواب دیا۔ تو ہم نے بھی اُن کو خوب سزا دی۔ اور اب دیکھ لو کہ ہمارے احکام کو جھٹلانے والوں کا کیا انجام ہوا۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ کہ یا تو باپ دادا ہی کی پیروی کرو۔ اور یا پھر ہمارے ہی حکم کی پیروی کرو۔ یہ دونوں باتیں ایک جگہ جمع نہیں ہو سکتیں۔

وَ اِذَا قِيْلَ لَهُمْ اَتَّبِعُوْا مَا اَنْزَلَ اللّٰهُ قَالُوْا بَلْ نَتَّبِعُ مَا وَحَدَّ نَا عَلٰٓىهِ اٰبَاءُنَا اَوْ لَوْ كُنَّا اَشْيَاطَ يَدْعُوْهُمْ اِلَى عَذَابِ السَّعِيْرِ ۝ (نعمان ۳۰)

جب اُن سے کہا گیا کہ اس حکم کی پیروی کرو۔ جو خدا نے بھیجا ہے۔ تو انہوں نے کہا۔ نہیں ہم تو اس بات کی پیروی کریں گے جس پر ہم نے اپنے باپ دادا کو پایا۔ چاہے شیطان ان کو عذاب جہنم ہی کی طرف کیوں نہ بلاتا رہا ہو۔

**مسلمانوں کے لئے ایک لمحہ فکر**۔ یہ سترہ فی حقائق مسلمانوں کے سامنے ہیں۔ اور انہوں نے یہ بھی سن لکھا علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ کہ میری امت بھی اس طرح بگڑے گی۔ جیسے یہود و نصاریٰ کے قدم بقدم چلیں گے۔ اور اسلام کا صرف نام باقی رہ جائے گا۔ اب ان کو اپنے گریبانوں میں منہ ڈال کر دیکھنا چاہئے۔ کہ کہیں یہ بھی بیماری اور گمراہی اُن میں تو پیدا نہیں ہو گئی؟ لیکن وہ بھی قدامت پرستی اور اندھی تقلید کا شکار تو نہیں ہو گئے؟ اور کہیں وہ بھی شیطان کے اس جال میں تو پھنس کر نہیں رہ گئے؟ اگر تاریخ نوٹی محاف کی جائے۔ تو میں عرض کروں۔ کہ مسلمان اس گمراہی میں مبتلا ہو گئے ہیں۔ وہ خود دین کے فہم اسکے اصول و مبادیات اور اس کے مقتضیات و مطالبات سے نا آشنا ہیں اور انہوں نے دین و ایمان کا سارا بار اپنے اماموں، پیروں، مولویوں اور بزرگوں پر ڈال رکھا ہے۔ انہوں نے اندھی تقلید میں پڑ کر اپنی تمام

فکری صلاحیتوں اور عملی قوتوں کو جواب دے رکھا ہے۔ اپنے اسلاف کرام کے اقوال و آراء کو کتاب و سنت کی مطابقت پر کھنے کی ضرورت نہیں سمجھتے۔ رجحاناً بالغیب انہیں اعتماد و یقین رکھتے ہیں، مغرب زدہ طبقہ اسلامی احکام و قوانین کو چھوڑ کر فرنگی تہذیب میں زندگیاں گزار رہے ہیں۔ اور پرانے خیال کے مسلمان آباؤی رسم و رواج کے جال میں پھنسے ہوئے ہیں۔ یہی دیکھ کر اقبالؒ چیخ اٹھا تھا:۔

وضع میں تم ہو نصاریٰ تو مدت دن میں ہنود ✽ مسلمان ہیں جنہیں دیکھ کے شرمائیں یہود  
مسلمانوں کے علمائے سوا اور پیرانِ ریاکار نے ان کو جن مشرکانہ عقائد و اعمال پر پختہ کر رکھا ہے۔ اگر کوئی اللہ کا بندہ مترافی آیات، احادیث نبویہ، اقوال مجتہدین اور مشائخ کرام کی تعلیمات و تلقینات، حتیٰ و صداقت میں سینکڑوں کیڑے ڈالے جاتے ہیں۔ اور کہا جاتا ہے کہ ہم تو اپنے پرانے عقیدوں پر ہی جیسے رہیں گے۔ بچا رہے اہل حق منہ دیکھتے رہ جاتے ہیں۔ اور علمائے حق، سچے صوفیا اور مجتہدین امت کی چیخ و پکار کے باوجود مسلمان اس حقیقت پر ایمان نہیں لاتے کہ ایمان کی راہ عقل و بصیرت کی راہ ہے۔ اور کفر و شرک کا خاصہ کورائزہ تقلید اور بے بصیرتی ہے۔ اندھی تقلید مسلمانوں کا خاصہ بن گیا ہے۔ جو کچھ دیکھتے اور سنتے ہیں۔ بے سمجھے بوجھے اسی پر جمے ہوئے ہیں۔ دلیل و برہان کی جگہ اپنے بزرگوں کے قول و عمل کو حجت سمجھتے ہیں۔ نتیجہ یہ کہ مسلمانوں کی اصلاح و تنظیم ہونے میں نہیں آتی۔ اور وہ حقیقی مسلمان نہیں بنتے۔

**سیاسی حکام و لیڈر** گراہی کا ایک راستہ تو باپ دادا اور مذہبی پیشواؤں کی اندھی تقلید ہے۔ حکم کو چھوڑ کر یا تو باپ دادا اور مذہبی پیشواؤں کا حکم مانتے ہیں۔ اور یا اپنی قوم کے بڑے لوگوں اور ارباب سیاست کا کہا مانتے ہیں۔ عوام الناس کے دل و دماغ ہمیشہ انہی دو قسم کے انسانوں کے قبضہ و تصرف میں رہے ہیں۔ اور آج بھی انہی کے قبضہ و تصرف میں ہیں۔ لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ فلاں شخص بڑا آدمی ہے۔ اُسکی بات قابل اعتماد اور کی ہوگی یا فلاں شخص کے ہاتھ میں بیڑی روٹی اور عزت و ترقی ہے۔ اس لئے اس کی بات ماننی چاہیے یا فلاں شخص قوم کا بڑا لیڈر اور صاحب اقتدار ہے۔ اس لئے اس کی فرمانبرداری کرنی چاہیے۔ یا فلاں بزرگ مستجاب الدعوات ہیں وہ اپنی بددعا سے مجھے تباہ کر دینگے۔ یا قیامت کے روز مجھے بخشوالیں گے۔ اس لئے جو وہ کہیں وہی صحیح ہے یا یہ کہ فلاں قوم برسرِ اقتدار ہے اور ترقی کر رہی ہے۔ یہی اسی کے طریق اختیار کرنے چاہئیں۔ اس قسم کے لوگ ہدایت کا راستہ چھوڑ کر بڑوں کی راہ پر چلنے لگتے ہیں۔ خوف یا لالچ سے اپنی سیاسی زندگی اور دنیوی معاملات ارباب سیاست کے ہاتھ میں دے دیتے ہیں۔ مردہ باد اور زندہ باد کے چکر میں پھنس جاتے ہیں وہ یہ نہیں دیکھتے کہ ہمارے لیڈر جو کچھ کہتے اور کرتے ہیں۔ وہ احکام الہی کے مطابق ہے یا مخالف وہ دیندار ہیں یا بے دین۔

اور وہ مخلص میں یا ریاکار؟ ایسے بے دین لوگوں کے لئے کہا گیا ہے :-

وَإِنْ تَطِيعْ أَكْثَرَ مَنْ فِي الْأَرْضِ يُضِلُّوكَ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ. (الانعام) اگر تو نے ان بہت سے لوگوں کی اطاعت کی جو زمین میں رہتے ہیں۔ تو وہ تجھ کو خدا کے راستے سے ٹھکادیں گے۔

نیز وہ مسکرم مقامات پر کہا گیا ہے کہ تم کفار و مشرکین اور جھوٹوں کی اطاعت نہ کرو۔ وہ تم کو اپنے جلیبا کافرا و خدا کا نافرمان بنالیں گے۔ قرآن حکیم نے اس چیز کو بھی تفصیل سے بیان کیا ہے کہ عقل و بصیرت سے محروم انسانوں کو ہمیشہ با اقتدار اور دولت مند لوگ ہی ایمان کی راہ سے روکتے رہتے۔ اور انہوں نے انسانوں پر اپنی خُداوندی تعلیم کی۔ چنانچہ قیامت کے روز لوگ اپنے لیڈروں سے بیزار ہو کر کہیں گے۔

سَرَبْنَا إِنَّا طَعْنَا سَادَتَنَا وَكِبْرَاءَنَا فَأَضَلُّونَا السَّبِيلَ لَاطِ اے ہمارے پروردگار ہم نے اپنے مڑاروں اور بڑے لوگوں کی اطاعت کی۔ پس انہوں نے ہمیں راہِ حق سے ٹھکادیا۔

پچھلی امتوں کی تباہی کا بنیادی سبب یہی رہا ہے کہ انہوں نے پیروانِ باطل کی پیروی کی۔ قیامت کے روز پیروانِ باطل کی پیروی کا جو حسرت انجیز نتیجہ ہوگا۔ اس کو قرآن پاک نے یوں بیان کیا ہے۔

إِذْ تَبَرَّأَ الَّذِينَ اتَّبَعُوا مِنَ الَّذِينَ اتَّبَعُوا وَمَا وَالْعَذَابُ وَتَقَطَّعَتْ بِهِمُ الْأَسْبَابُ ۝ وَقَالَ الَّذِينَ اتَّبَعُوا الْوَارِثُونَ إِنَّا كُنَّا كُفْرًا فَتَنَبَّرْنَا بِمَا كَانُوا يَمْنُونَ ۝ وَمَا هُمْ بِخَارِجِينَ مِنَ النَّارِ ۝ (البقرہ - ۱۶)

اور جب ایسا ہوگا کہ وہ رھوٹے اور گمراہ پیشوا جن کی پیروی کی گئی تھی۔ اپنے پیروؤں سے بیزار ہو کر ظاہر کرینگے۔ کہہیں گے ان لوگوں سے ہمارا کوئی واسطہ نہیں، کیونکہ عذاب اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں گے۔ اور ان کے باہمی رشتوں اور وسیلوں کا تمام سلسلہ ٹوٹ جائیگا۔ تب وہ لوگ جنہوں نے ان کی پیروی کی تھی۔ پکاراٹھیں گے کاش ہمیں ایک دفعہ پھر دنیا میں لوٹنے کی مہلت مل جائے۔ تو ہم ان سے اسی طرح بیزار ہو کر رہیں۔ جس طرح یہ ہم سے بیزار ہو کر رہے ہیں۔ سو اس طرح اللہ ان لوگوں کو ان کے اعمال کی حقیقت دکھلا دے گا۔ کہ ستر ستر حسرت و پشیمانی کا منظر ہوگا۔ اور وہ آتشِ دوزخ سے جھٹکا راپانے والے نہیں۔

آج دنیا کے مسلمان سیاست و تمدن میں ایسے ہی پیروانِ باطل کے پیچھے لگے ہوئے ہیں۔ روس، امریکا اور برطانیہ کے اربابِ سیاست کی تقلید و پیروی میں تران اور اسوۂ رسول کو پس پشت ڈالے ہوئے ہیں مگر برین کی اندھی تقلید کر رہے ہیں۔ اور عوام الناس ان کی تابعداری و وفاداری میں کمر بستہ رہا کارونا اہل لیڈروں کے پیچھے آئیں نہیں نہ ذکر کے بھاگ رہے ہیں۔ اگر کوئی اسلام کی ڈرتے ہیں۔ اس کو قوم و ملک کا غدار اور دشمن بتلاتے ہیں۔ نہ یہ قرآن کی سنتے ہیں حکیم بھی جگہ جگہ ان کی تائید و ہدایت کر رہے ہیں۔ کہ پیروانِ باطل کی پیروی نہ کرو۔

اقوام یورپ کی تقلید و نقالی کے جوش میں اسلامی سیاست اور اسلامی تہذیب و تمدن کو فراموش نہ کرو۔ مگر یہ ایک نہیں مٹھتے۔ نیز احادیث میں بھی ان کو اچھی طرح خیردار کر دیا گیا۔ کہ دیکھو فتنوں کے زمانہ میں تمہیں جھوٹے پیشوا گمراہ کریں گے۔ مگر یہ اپنے رسول کی ہدایات پر بھی کان نہیں دھتے۔ ارشاد ہوتا ہے:-

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ان الله لا يقبض العلم انتزاعا ينتزعه من العباد ولكن يقبض العلم بقبض العلماء حتى اذا لم يبق عالمان اتخذ الناس رؤوسا جهالا ففسدوا فافتوا بخير علم وفضلوا واصلوا يتفق عليه شكوة كتاب العلم فرمایا۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اللہ تعالیٰ (اس طرح) علم کو نہیں اٹھا ئیگا۔ کہ اس کو لوگوں کے دل و دماغ سے نکال لے۔ بلکہ علماء (حق) کے اٹھانے سے اٹھا ئیگا۔ یہاں تک کہ جب عالم نہیں پائے جائیں گے۔ تو لوگ جاہلوں کو سردار بنالیں گے۔ (یعنی دین سے بے خبر اور فاسق و فجار کو اپنا لیڈر بنالیں گے) وہ سوال کیے جائیں گے اور وہ بے علم کے فتویٰ دیں گے۔ پس وہ خود بھی گمراہ ہوں گے۔ اور دوسروں کو بھی گمراہ کرینگے۔

دیکھ لیجئے مسلمانوں نے دین سے بے خبر اور فاسق و فاجر لوگوں کو اپنا سیاسی امام و لیڈر بنا رکھا ہے۔ اس پر وہ فخر کرتے ہیں کہ ہمارے لیڈر مولانا نہیں بلکہ مسٹر ہیں۔ وہ دنیا کے حالات کو خوب جانتے ہیں۔ صرف اسلام کو ہی نہیں جانتے بلکہ سب کچھ جانتے ہیں۔ مگر ان کو یہ خبر ہی نہیں کہ وہ خود گمراہ ہیں۔ اور مسلمانوں کو بھی گمراہ کر رہے ہیں۔ لیڈر آئمہ کفر و ضلالت کے پیرو ہیں۔ اور یورپ کے ارباب سیاست۔ پیروان ابلیس۔ شیطان نے یورپ کے ارباب سیاست کو اپنا شاگرد بنا لیا ہے۔ اور پھر ان کے ذریعہ عالم اسلام کے ارباب سیاست کو اپنے دام میں لارہا ہے۔ حضرت علامہ اقبالؒ نے ابلیس کی عرضداشت میں ان ارباب سیاست پر یوں بٹ کیا ہے:-

جہد کے ابلیس ہیں ارباب سیاست ❖ باقی نہیں اب میری ضرورت تیرا فلاں ابلیس کہتا ہے کہ مجھے اب نشن ملنی چاہیے۔ میں اپنا کام کر چکا۔ میں نے کارل مارکس اور میکاؤلی وغیرہ آئمہ کفر و ضلالت کے ذریعہ پیروان باطل اور ساری دنیا کے مغرب زدہ مسلمانوں کو راہ حق سے کھٹکا دیا ہے۔ میں اب اس دنیا میں رہ کر کیا کروں گا۔ جہاں مجھ جیسے اور بہت سے شیطان موجود ہیں۔

علامہ اقبالؒ کا ایک نشانہ در لطیفہ پرو فیسر خواجہ عبد الحمید صاحب ایم اے نے علامہ اقبالؒ کے چند جواہر ریزیے حوالہ قرطاس کئے ہیں۔ وہ فرماتے ہیں۔ کیمبرج کے زمانہ میں چند ہم عصروں سے مذہب پر بحث چھڑ گئی۔ ایک صاحب پوچھنے لگے۔ مسٹر اقبال یہ کیا بات ہے۔ کہ جتنے پیغمبر اور بانیان مذہب دنیا میں آئے۔ وہ بلا استثناء الیاء میں مبعوث ہوئے۔ یورپ میں

ایک بھی پیدا نہیں ہوا؛ ڈاکٹر صاحب نے جواب دیا۔ بھی شروع شروع میں الد میاں اور شیطان نے اپنا اپنا پینتراجالیا۔ الد میاں نے ایشیا کو پسند کیا، اور شیطان نے یورپ کو۔ اسی لئے الد میاں کی طرف سے جو پیغمبر آئے وہ ایشیاء میں مبعوث ہوئے۔ وہ صاحب بول اُٹھے تو پھر شیطان کے پیغمبر کیا ہوئے؟ جواب دیا۔ یہ تمہارے میکاؤلی اور مشہور اہل سیاست اس کے رسول ہیں۔

آج دنیا بھر کی سیاست پر یہ شیطان کے پیغمبر بھی چلائے ہوئے ہیں۔ دنیا کی کافر و مشرک قوموں نے تو ان کی پیروی کرنی ہی تھی۔ کیونکہ ان کے مذاہب ان کی سیاسی فلاح و برہتری سے محروم تھے۔ مگر غضب تو یہ ہے کہ دنیا کے وہ مسلمان بھی جو اپنے پاس اسلام جیسا مکمل نظام حیات اور کتاب اللہ و سنت رسول اللہ کی ہدایت و رہنمائی لئے بیٹھے ہیں۔ وہ بھی انہی پیغمبروں کا دامن تھامے ہوئے ہیں۔ مسلمانوں کے بااثر و اقتدار سرمایہ دار ہی مسلمانوں کے سیاہ و سپید کے مالک بنے ہوئے ہیں۔ اور یہ اشتراکیت سرمایہ داری اور لادین جمہوریت پر ایمان لائے ہوئے ہیں۔

شاید یہ بات قارئین کرام نہ سمجھ سکے ہوں۔ کہ علامہ اقبالؒ نے میکاؤلی اور یورپ کے مشہور اہل سیاست کو شیطان کے پیغمبر کیوں کہا۔؟ آخر وہ ان کی کونسی گمراہی ہے جس کی وجہ سے یہ جمہور کے اہلس بن گئے؟ اس کو میں ذرا تفصیل کے ساتھ تفسیری قسط میں بیان کر دوں گا۔ یہاں اتنی بات یاد رکھنی چاہیے۔ کہ یہ محض شاعرانہ لطیفہ اور مبالغہ ہی نہیں۔ بلکہ حقیقت ہے کہ ان ارباب سیاست نے مذہب و اخلاق کو سیاست سے الگ کر کے بندگانِ خدا پر بندوں کی حکومت قائم کر دی۔ اور ساری دنیا کو مظالم و مفساد سے بھر دیا۔ (باقی آئندہ)

# ہجرت

از فیض لودھیانوی  
کھلاواں

مڑہ چکھنا بڑا اختیار کی سنگامہ کوشی کا  
وہ ٹھنڈے پڑ گئے جب وقت آیا اگر کوشی کا  
تجھے اُن پر گماں تک بھی نہیں ملت فوشی کا  
لیا ہے کام الفاظِ حسین سے پڑہ پوشی کا  
کہیں یہ پیش خمیہ ہی نہ ہو خانہ بدوشی کا  
قیامت ڈھائیگا روئے عمل اس کی غوشی کا  
ادھر نرم طرب میں مشغلہ ہے بادہ نوشی کا

نیکل آیا نتیجہ قوم کی غفلتِ نبوشی کا  
جو شعلہ ریز تقریروں سے بھر گاتے رہے ہم کو  
پس پڑہ ہمیں بیچا ہے جن ملتِ فوشوں نے  
حقیقت میں ہے آزادی نہ کچھ دستورِ جمہوری  
جسے حجت کہاہے عہدِ حاضر کی سیاست نے  
ابھی مظلوم طبقہ دم بخود ہی کثرتِ غم سے  
ادھر محنت کشوں کو خشک روئی تک نہیں ملتی

بڑے خوش بخت ہیں اسے فیض وہ برباد ہو کر بھی  
شرف حاصل ہے جن کو دین کی حلقہ بگوشی کا

# سختی ناز

(لازمولانا محمد امین صاحب جھنگوی رکن خزانہ انصاف)

۵ جفا جو عشق میں ہوتی ہے وہ جفا بھی نہیں : ستم نہ ہو تو محبت کا کچھ مزہ ہی نہیں عاشق رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) حضرت عبداللہ ذوالجبارین کا واقعہ تاریخی صفحات میں نمایاں طور پر مرقوم ہے حضرت عبداللہ کا قدیم نام عبدالغری تھا۔ مدینہ سے دو منزل کے فاصلہ پر گاؤں میں اقامت پذیر تھے۔ بچپن میں باپ کا سایہ سے جدا ہو گیا تھا۔ عہد طفولیت و زمانہ یتیمی چچا کے سایہ میں رہ کر گزارا۔ ابھی جوان ہی تھے کہ اسلام ذی شان جاذب القلوب کی آواز کانوں میں ٹپری۔ اور قصر قلب میں جاگزیں ہوئی۔ اندر اندر یہ شوق دیدار عاشق رسول کے لیے لپٹیں ٹھاٹھیں مار رہا تھا۔ ادھر منتصب چچا کا خوف بھی ساتھ ساتھ تھا۔

جنہوں کا عشق صادق ہے وہ کب فریاد کرتے ہیں

لبوں پر مہر خاموشی دلوں میں یاد کرتے ہیں

زمانہ صبر و جذب سکوت سے گزارا۔ دل سے جذبہ عشق و شوق کا اثر نکال کر ہونٹوں سے نمودار ہوا۔ شوق دیدار پر خوف ہادی پر غالب آیا۔ چچا سے خدمت نبوی میں حاضر ہونے کی اجازت طلب کی۔ ادھر منہ سے نکلا ہی تھا کہ چچا سن کر آگ بگڑا ہو گیا خوب مالا اور جسم کپڑے اتار کر گھر سے خالی ہاتھ نکال دیا۔ ایک قسیم کی کیا ہستی کہ وہ مظلومی کا رونا ظالم متولی کے سامنے ظاہر کر سکے۔ عاشق مجازی ہو تو البتہ مانا جاسکتا ہے۔ لب اوقات مجازی عشاق ایسی حالت میں مار جاتے ہیں لیکن عاشق صادق اللہ اللہ! ان کا عشق تو ایسے ہنگاموں سے ترقی پذیر ہوتا ہے۔ اور نالاز نگ لاتا ہے۔

گرتن ہمہ ریزہ ریزہ گرہ دد مھر تو زجاں رود مجال ست

حضرت عبداللہ عربیانی کی حالت میں بیوہ ماں کے پاس پہنچتے ہیں۔ ماں تو مذہباً مخالف تھی لیکن جسم مادر اختلاف مذہب پر غالب آیا۔ گھر سے ایک کپل نکال دیا۔ جس کے حضرت عبداللہ نے دو ٹکڑے کئے۔ ایک سے ستر پوشی کی۔ اور ایک حصہ سے دوسرا بدن ڈھانپ کر اللہ کہتے ہوئے مدینہ کی جانب مدنی آقا کی حاضری کے لئے روانہ ہوا۔ مدینہ میں پہنچ کر معیت اسلام کی اور اصحاب صفہ کی صف میں شامل ہو کر آقا کی نگاہ کیمیا کے زیر سایہ پرورش پانے لگے۔ مہربان آقا نے اسی دن سے عبدالغری کی جگہ عبداللہ نام رکھا۔ اور لقب ذوالجبارین (کلی کے دو ٹکڑوں والا) موسوم فرمایا

رات دن تعلیم قرآن میں بسر کرتے۔ اور ذوق و شوق میں قرآن کریم کو زوردار الفاظ میں پڑھتے۔ حضرت عمرؓ نے اکیس دن شکایت کی کہ یا رسول اللہؐ خدائے دہلی و عمری عبداللہ کی تلاوت سے نمازیوں کی نماز میں خلل پہنچتا ہے رحمتہ اللطیفین آقاؐ نے فرمایا۔ اسے کچھ نہ کہو۔ یہ اپنا سب کچھ خدا کی راہ میں قربان کر کے آیا ہے۔

ان ایام میں سفر تبوک پیش آیا۔ حضرت عبداللہؓ بھی مجاہدین میں شامل ہوئے۔ حضور اکرمؐ سے شہادت کے حصول کیلئے درخواست کی۔ حضورؐ نے جواب فرمایا۔ اگر تمہیں رستہ میں موت

## سفر تبوک، شوق شہادت

آجائے تب بھی شہیدوں کے زمرہ میں داخل ہو جاؤ گے۔ ولولہ شہادت میں لشکر کے ساتھ مدینہ منورہ سے روانہ ہوئے تو راستے میں حضرت عبداللہؓ کو تیز بخار ہوا جس سے انہوں نے دارفانی سے دارِ بقائی طرف رحلت فرمائی۔ جب اپنی جان شیریں جانِ آفریں کے سپرد کر رہے تھے۔ تو آنکھیں چہرہ اقدس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر جمی ہوئی تھیں۔

ہرچہ ناز رفتہ باشد ز جہاں نیاز مندے ❖ کہ بوقت جاں سپردن لبش رسید باشی  
حضرت عبداللہؓ کی تکفین کے لئے حضورؐ نے اپنی چادر مبارک عنایت فرمائی۔

عجبت تدفین عاشقوں کی ہر بات انوکھی ہوتی ہے۔ حضرت عبداللہؓ کی انوکھی تدفین پر ہر عاشق حیرت مہجری لگاہ سے آرزو کر رہا ہے۔ کاش کہ ہمیں ایسی شاندار موت حاصل ہو۔ اسلامی عسکریں سے صحابہ نے حضرت موصوف کی قبر کھودی قبر تیار ہونے کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بنفس نفیس قبر میں قدم رنجہ فرما کر تھوڑی دیر لیٹ گئے۔ پھر اٹھ کر فرمایا اپنے بھائی کو لاؤ۔ حضرت ابوبکرؓ حضرت عمرؓ رضی اللہ عنہ نے اس مبارک اور سراپا ناز کو قبر میں اتارا حضورؐ نے فرمایا۔ ادا با انی اخیکما یعنی عبداللہ عام مرنے والوں میں سے نہیں بلکہ ادب سے دھیرے دھیرے اٹارو۔ شہید ناز ہے جب کو تکلیف نہ پہنچے۔

آہستہ برگ گل بختاں بر مزار ما ❖ کہ نازک است شیشہ دل در کنار ما  
سرد کائنات نے ارشاد فرمایا کہ دیکھو میں آج قیام تک اس مرنے والے سے راضی ہوں۔ تو بھی اس سے راضی ہو  
ان صحابہ کرام پر کیا موقوف ہے۔ حاضرین تو الگ رہے۔ شننے والوں میں بھی کیوں ایسا ہوگا۔ جو یہ واقعہ ٹھہکریا سن کر رشک نہ کرے۔ اور ایسی موت پر ہزار زندگیوں کو فرمان کرنے کی تمنا نہ رکھتا ہو۔

اللهم وفقنا لما تحب وترضی

منم و ہمیں تمنا کہ بوقت جاں سپردن ❖ برنج تو دیدہ باشم تو دروں دیدہ باشی



# ایک دلچسپ مناظرہ

(فیصلہ دوم)

(مولانا رشید احمد صاحب - پناہوی خطیب جامع مسجد چڑھ منڈی لاہور)

**فقیر**۔ اچھا جناب! بیٹھ جانا ہوں لیکن مولانا کو میری باتوں کا جواب دینا ہوگا۔ میں ادھر ادھر کی باتیں سرگزنہیں سُنو گا یہ کہتے ہوئے میں بیٹھ گیا۔ اور مولوی صاحب نے تقریر شروع کی۔

جناب مولانا ارشد صاحب و حاضرین مجلس یہ عالم اسباب ہے۔ اس میں بغیر سبب کے کسی چیز کا وقوع ناممکن ہے صرف پرچوش فکر اور ایمانی قوت سے نہیں لڑا جاسکتا۔ جب تک کہ ہمارے پاس ہتھیار نہ ہوں۔ یہ اسباب بھی تو آخر خدا تعالیٰ کے بنائے ہوئے ہیں۔ اور اسی لئے بنائے تاکہ اس عالم اسباب میں لان کو برتنا جائے۔ اگر ان ہتھیاروں کو ترک کر کے صرف اللہ تعالیٰ پر ہی بھروسہ کر بیٹھیں۔ تو یہ خلاف قانون قدرت ہوگا۔ آپ نے جنگ بدر کا واقعہ بطور استدلال پیش کیا ہے لیکن آپ کو معلوم نہیں کہ اس وقت حضور علیہ السلام انہیں کیا فرماتے تھے۔ خدا تعالیٰ کی بے مثال کلام سنئے۔ اذ تقول للمومنین ان یضربکم ان یمدکم من بعد ثلاثہ الا ان من الملائکۃ منزلین۔ یعنی (اے محبوب محترم، بدر کی لڑائی کا وہ واقعہ یاد کرو۔ جبکہ تم مسلمانوں کو سمجھا رہے تھے کہ کیا تم کو اتنا کافی نہیں کہ تمہارا پروردگار آسمان سے تین ہزار فرشتے بھیج کر تمہاری مدد کرے؟ ضرور کافی ہے۔ اور کہیں پانچ ہزار فرشتوں کا وعدہ فرمایا۔ چنانچہ ایسا ہوا۔ کہ جب لڑائی شروع ہوئی۔ تو بہت سے فرشتے سفید سفید گھوڑوں پر سوار ہو کر ہاتھوں میں تیز اور چمکتی ہوئی تلواریں لئے ہوئے ان کی امداد کے لئے آئے اور انہوں نے لڑاکو شکست دی۔ تو اس عالم اسباب میں بغیر اسباب کے کیسے کام چلایا جاسکتا ہو؟ خداوند قدوس نے ارشاد فرمایا ہے۔ وانزلنا الحديد فیہ باس شدید و منافع للناس۔ اور ہم نے لوہا پیدا کیا کہ ہتھیاروں کے کام میں لایا جائے۔ تو اس میں بڑا خطرہ ہے۔ اور ہمیں لوگوں کے بہتیرے فائدے بھی ہیں تو ہم لوہے سے ہتھیار بنائیں۔ اور اس سے کافروں اور شرکوں کو مارنے کا فائدہ حاصل کریں۔ تو یہ عین فطرت کے مطابق ہوگا۔ وقت ختم ہو چکا ہے۔ لہذا میں انہی لفظوں پر اپنی تقریر کو ختم کرتا ہوں۔ (یہ کہتے ہوئے مولانا بڑی خوشی و مسرت سے جیسے آپ جیت گئے ہیں۔ بیٹھ گئے۔)

**فقیر**۔ بھی ایک کتاب سنبھالتے ہوئے اٹھا اور تحفہ تقدیس کے بعد لوگوں سے اس طرح خطاب کیا۔

(میرے محترم دوستو اور عزیزو!)

نالہ بلبل شیدا تو سنا نہیں نہیں کہ اب جگہ ختام کے بیٹھو میری باری آئی

جناب مولینا کی تقریر کو آپ نے سنا کس قدر جلالاکی سے اپنے مقصد کو ثابت کرنے کیلئے آیات پڑھ والیں۔ مگر وہ بھی ادھوری جس سے اپنا مطلب نکل آئے۔ دیکھو! جس آیت کریمہ کو انہوں نے ادھورا چھوڑ دیا ہے۔ اس کو ذرا آگے پڑھ کر دیکھو ارشاد ہوتا ہے۔ وما جعلہ اللہ الا للشری لکم ولتطمئن قلوبکم بہ ط وما النصر الا من عند اللہ العزیز الحکیم اور یہ امداد تو خدا تعالیٰ نے صرف تمہارے خوش کرنے کو کی اور اس لئے کی۔ کہ تمہارے دل اس سے تسلی پائیں۔ در نہ اصلی اور حقیقی مدد تو اللہ ہی کی طرف سے ہے۔ جو بڑا زبردست اور حکمت والا ہے۔ "فقیر نے حافظ عبد الغفور کیمپوری کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ کہ جناب حافظ صاحب یہ آیت کریمہ اسی آیت کا پچھلا حصہ ہے یا نہیں۔ حافظ صاحب نے جواب دیا۔ بیشک بیشک، حاضرین مجلس دیکھا؟ یہ وہ شاعرانہ چالیں ہیں جن کے متعلق علامہ اقبال مرحوم نے فرمایا تھا خود بدلتے نہیں قرآن کو بدل دیتے ہیں۔ ہوئے کس قدر فقیہانِ حرم بے توفیق۔

بس میرا یہ شعر پڑھنا تھا کہ مولینا کے چہرے پر پتھر دگی سی چھلنے لگی مسلمانوں کو تو خدا تعالیٰ یوں سبق دیتا ہے کہ کسی کو اپنی طاقت پر ناز ہے کسی کو تیر و فتناء پر بھروسہ! مگر مومنوں کی شان یہ ہونی چاہیئے۔ وعلی اللہ فلیتوکل المؤمنون اور مسلمانوں کو چاہیئے کہ وہ اللہ ہی کا بھروسہ رکھیں! ایک جگہ پر ارشاد فرمایا کہ نیصکم اللہ فلا غالب لکم وان یخذلکم فمن ذالذی نیصکم من بعدہ ط وعلی اللہ فلیتوکل المؤمنون ط مسلمانو! اگر خدا تمہاری مدد پر ہے تو پھر کوئی بھی تم پر غالب آنے والا نہیں۔ اور اگر وہ تم کو چھوڑ بیٹھے۔ تو اس کے چھوڑے پیچھے دو سر اکلن ہے۔ جو تمہاری مدد کو کھڑا ہو۔ اور مسلمانوں کو چاہیئے کہ وہ اللہ ہی کا بھروسہ رکھیں۔ چنانچہ جنگِ خنین کا واقعہ آپ کو یاد ہوگا۔ جس وقت حضور علیہ السلام دس ہزار مسلمان مہاجرین و انصار اور دو ہزار مکے کے نو مسلم لے کر چلے گئے۔ تو اس وقت مسلمانوں کے دلوں میں غرور پیدا ہو گیا تھا کہ اب تو ہم اتنے سارے ہیں۔ کافروں پر ضرور فتح پالیں گے۔ اور یہ غرہ تھا۔ تو کل گزرنا تھا۔ جو بہت تنگ تھی۔ اس لئے انہیں تھوڑے تھوڑے آدمی ہو کر گزرنا پڑا۔ قوم ہوازن کے لوگ گھاٹی کے قریب مسلمانوں کی گھات میں لگے تھے۔ موقع پا کر ان پر ٹوٹ پڑے مسلمانوں کے پاؤں اکھڑ گئے۔ یہاں تک کہ لوگ پیٹھ پر علیہ الصلوٰۃ والسلام کو الیلا چھوڑ کر بھاگ کھڑے ہوئے۔ قرآن پاک نے اس واقعہ کو ان الفاظ میں پیش فرمایا ہے کہ لقد نصرکم اللہ فی موالھن کشیرۃ و یوم حنین اذا عجبتم لکثرتم فلم تغن عنکم شیئاً و ضاقت علیکم الارض بما سرجبت ثم ولیتم مدبرین ط مسلمانو! اللہ بہت سے مواقع پر تمہاری مدد کر چکا ہے اور خاص کر حنین کے دن جب کہ تمہاری کثرت نے تم کو مغرور کر دیا تھا کہ ہم بہت ہیں۔ تو وہ کثرت تمہارے کچھ بھی کام نہ آئی۔ اور اتنی بڑی زمین باوجود وسعت! لگی تم پر تنگ کرنے پھر تم پیٹھ پھیر کر بھاگ نکلے۔

(یابنی انبیدہ)

پس انسان کسی کے سامنے جوابدہ نہیں۔ وہ بجائے خود ایک ذمہ دار ہستی ہے۔ اگر وہ کسی کے سامنے جوابدہ ہے بھی تو صرف اپنی پارٹی اور اپنی قوم ہے۔ لہذا اُسے خدا سے ڈرنے اور آخرت کا خیال کرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ اگر ڈرنا چاہئے تو صرف اُن اندھے بہرے کو گئے اور لایعنی انسانوں سے جنہوں نے حکومت و اقتدار دیا ہو۔

یہ ہے خدا فراموش اور خود فراموش قوموں کی زندگی کا نقشہ اور فکر و عمل کی کل کائنات۔ اب نادان اور احمق انسان اس کو تبتہ وارتقاء سمجھ لیں تو بالکل حق بجانب ہیں۔ جب ان کے سامنے خدا، مذہب، اخلاق، رسول، شریعت، آخرت، نیکی اور عدل کا سوال ہی نہ ہو تو وہ خواہشات نفس کی تکمیل و تسکین کا نام تہذیب و ارتقاء نہ رکھیں تو اور کیا رکھیں؟ یہی تو غافل و مدہوش قوموں کے کارنامے نمایاں ہیں۔

ہم کیا کہیں احباب کیا کاریاں کر گئے۔ بی۔ اے بنے ڈیڑھ ہوئے۔ نیشن ملی اور مر گئے مگر یاد رہے کہ قوموں اور انشخاص کا یہ حال اُس وقت ہوتا ہے جب اُن کے سامنے کوئی مبذو یا کبیرہ روحانی نصب العین نہ رہے۔ افراد و اقوام کو جو چیز مادہ پرستی، نفس پرستی، خدا فراموشی اور خود فراموشی سے روکتی ہے۔ وہ صرف روحانی نصب العین ہے۔ انسان کا روحانی نصب العین کیا ہونا چاہئے؟ انسان چونکہ نہ اپنی مرضی سے دنیا میں آیا ہے اور نہ اپنی مرضی سے جائیگا۔ اس کا علم بھی محدود و ناقص، اس کی عقل بھی کمزور و ناقص، اس کا تجربہ بھی ناکافی اور اس کے جذبات و احساسات بھی بے دکام۔ اس لئے اُسے یہ حق نہیں دیا جاسکتا کہ وہ خود اپنے لئے کوئی نصب العین گم کرے، کوئی مقصد حیات ٹھہرائے اور کوئی نظام زندگی بنالے۔ اس لئے بھی کہ وہ بطور خودیہ جان ہی نہیں سکتا کہ وہ کیا ہے؟ اور وہ اپنے نفع و نقصان کو بھی معلوم نہیں کر سکتا۔

اس بارے میں قرآن حکیم کی دعوت دیکار یہ ہے کہ انسان کے لئے جس طرح خالق کائنات نے دھندل و حواس اور عقل کی ہدایت کا سامان دیا۔ اسی طرح اس نے انسان کو روح کی عالمگیر ہدایت بھی بخشی ہے۔ جو اہل دن سے دنیا میں موجود رہی ہے۔ موجود ہے اور موجود رہے گی۔ باری تعالیٰ نے اس ہدایت میں نہ تو نسل و قوم کا امتیاز رکھا اور نہ زمان و مکان کا۔ وحی الہی کی ہدایت ہر طرح کے نقشہ و امتیاز سے پاک ہے۔ وہ سب کے لئے ہے۔ سب کو دی گئی ہے۔ اور سب کی دینی و دنیوی نلاح و کامرانی کا دار و مدار اسی ہدایت کی پیروی پر ہے۔ اس عالمگیر ہدایت کو قرآن حکیم "الدین" کے نام سے پکارتا ہے۔ اسی کا نام اس کی زبان میں "الاسلام" ہے اور یہی فروع انسانی کے لئے حقیقی راہ سعادت و نجات ہے جس پر دنیا کی تاریخ گواہ ہے۔ پس فروع انسانی کا فرض اولین ہے کہ وہ اپنا نصب العین اپنا پروگرام اور اپنے فرائض حیاتِ روحی الہی سے حاصل کرے۔ اس کے علاوہ جتنی راہیں جتنے طریقے لے کر و عمل اور جتنی ہدایتیں ہیں سب غلط اور گمراہی کی راہیں ہیں۔

انسانی خودی اپنے بقا و استحکام اور اپنی ترقی و فلاح کے لئے ہمیشہ ہدایتِ الہی کی محتاج رہی ہے محتاج ہے اور محتاج رہے گی۔ جہاں انسان نے اپنے آپ کو ہدایتِ الہی سے بے نیاز و آزاد سمجھا۔ وہیں اضطراب، بے چینی، خرابی، کمزوری، بگاڑ، فساد، ظلم، ناکامی اور تباہی شروع ہوئی۔ ہمارا یہ دور اسی لئے ناکام ہے کہ کافروں، مسلمانوں اور مادہ پرستوں سب نے ہدایتِ الہی سے اپنے آپ کو

بے نیاز و آزاد سمجھ رکھا ہے۔ مادی خواہشات نے ان کا مذہب بنا دیا ہے۔ اور مادی کامیابی نے ان کو عیش و عشرت کا دلدادہ اور نفس پرست بنا دیا ہے۔

ارباب بصیرت اور حساب قلوب جانتے ہیں کہ اخلاقیات کی قدر و قیمت نفس انسان کے تحت متعین ہونی چاہئے۔ اس لئے کہ ہم انسانوں کے باہم گہر تعلقات کو کتنا ہی افادہ خیریت پر مبنی قرار دے لیں، تاہم انسان کا تعلق خود اس کی اپنی ذات سے ہے۔ اُسے ہم غیر مادی ماننے پر مجبور ہیں۔ دورِ حاضر کے مادہ پرست انسان عائن یا نہ مائیں۔ ہیں اپنے مادی مفاد کو زندگی کے تقاضوں کے تابع رکھنا ہو گا۔

پس آئیے ہم مسلمانوں کو ہدایت الہی کی طرف رجوع کریں اور اپنی بگڑی بنائیں۔ یاد رکھئے کہ اگر ہم صدیوں کی ذلتوں، ناکامیوں اور گمراہیوں کے بعد بھی ہدایت الہی سے آزاد و بے نیاز رہے۔ اور دنیا کی دوسری قوموں کی طرح محض مادی کامیابیوں کی تلاش میں بھوکریں کھاتے رہے۔ تو شاید ہم مٹ جائیں۔ اور اسلام کی امانت دنیا کی کوئی اور قوم سنبھال کر منتائے الہی کو پورا کرے۔

**اُمتِ مسلمہ کیلئے ایک نقطہ زندگی۔** مسلمانوں کو صدیاں ہو گئیں کہ وہ اپنے نصب العین اور فرائض حیات کو بھولے ہوئے ہیں۔ وحی کی ہدایت و روشنی سے محروم ہیں۔ اور خدائے تعالیٰ کی نافرمانیاں کئے چلے جا رہے ہیں۔ اب تو ان کو ہوش میں آنا اور اپنی غفلت و نافرمانی سے باز آ جانا چاہئے۔ آخر اسلام سے لاپرواہی اور غفلت و نافرمانی کی کوئی حد بھی تو ہونی چاہئے۔ وہ کہاں تک اپنے نفسوں کو فریب دیتے رہیں گے۔ کب تک اپنی بد اعمالیوں سے خدائے تعالیٰ کے غضب کی آگ بھڑکتے رہیں گے اور کب تک یورپ کی تقاضا کر کے خدا کے باغی بنے رہیں گے؟ کیا ابھی وقت نہیں آیا کہ مسلمان اپنے آپ کو پہچانیں اور اپنا فرض منصبی ادا کریں۔

مسلمانوں کو یہ نقطہ زندگی اچھی طرح سمجھ لینا چاہئے۔ کہ کائنات کی تمام صالح قوتیں فطرتِ انسانی کے ممکنات کے احاطہ کے اندر اور اُس کے تابع فرمان ہیں۔ انسان سجدہ ملائکہ ہے۔ قرآن پاک یہ فکر و یقین دے رہا ہے کہ انسان کی پیدائش کے ساتھ ہی ایک طرف شعور ذات پیدا ہوا اور دوسری طرف مذہب کی زندگی اختیار کرنے سے باہمی مفاد کا تصادم شروع ہو گیا عقل حلیہ اور شیطانِ لعین نے ہر فرد کے دل میں صرف اپنے مفاد کے تحفظ کا خیال اور طبعی زندگی کے بھاکا جذبہ ابھار دیا۔ اس فریبِ نفس میں کفار و مشرکین اور مادہ پرست و مبتلا تھے ہی۔ مگر ان کی دیکھا دیکھی قرآن کے علمبردار اور اسلام کے مدعی بھی اسی فریب اور کشمکش میں مبتلا ہو گئے۔ اب وہ کشمکش زندگی میں مخالف و متصادم قوتوں پر غالب آنے کیلئے توجہ و جدوجہد کر رہے ہیں۔ مگر یہ نہیں جانتے کہ ان پر غالب آنے کا صحیح طریقہ کیا ہے۔ خدا کے باغیوں کو جو طریقہ اختیار کرتے ہوئے دیکھتے ہیں انہیں کو دانتوں سے مضبوط پکڑ لیتے ہیں اور اسلام کی طرف دیکھتے بھی نہیں۔

مسلمانوں کو جان لینا اور سمجھ لینا چاہئے کہ کشمکشِ زندگی میں مخالف و متصادم قوتوں پر وہ قومیت، ملت، اشتراکیت، جمہوریت، سرمایہ داری اور حکومت و آزادی سے غالب نہیں آ سکتے۔ یہ سب کا فرمان طریقہ ہیں۔ بلکہ اس کے لئے وحیِ آسمانی کی تائید و نصرت کی ضرورت ہے۔ یعنی علم و عقل کی رو سے اپنے اندر ایمان و عملِ صالح کی روح پیدا کی جائے۔ کائنات کی تمام قوتوں کو مسخر کیا جائے۔ اور پھر ان تمام قوتوں

کو وحی آسمانی کی روشنی میں کام میں لایا جائے۔ تاکہ اس طرح جان ایک طرف طبعی و مادی زندگی عزت و کامرانی کے ساتھ گزرے۔ وہاں دوسری طرف روحانی اور اخلاقی زندگی بھی مسیر آجائے۔ دنیا بھی بن جائے اور آخرت بھی ہاتھ سے نہ جائے۔ مسلمان دین و دنیا دونوں کے مالک بن جائیں۔ آئیے اب قصہ آدم سے اس پیام بیداری اور درخشندگی حیات کو حاصل کریں۔

**الناس اور خلافت ارض** - قصہ آدم کی ابتدا ان الفاظ سے ہوتی ہے: اذ قال رب اعلانی جاعل فی الارض خلیفہ اور جبکہ تیرے پروردگار نے فرشتوں سے کہا "میں زمین میں ایک خلیفہ بنانے والا ہوں" اس میں لفظ خلیفہ تشریح طلب ہے اس لئے کہ مجھے خلافت پر ہی تفصیلاً عرض کرنا ہے۔ خلیفہ خلف سے مشتق ہے جس کے معنی ہیں پیچھے آنا۔ پس خلیفہ کے معنی ہوئے پیچھے آنے والا یا جانشین۔ ذوق عمل سے نا آشنا عقلیں بیاں یہ سوال پیدا کرتی ہیں کہ کس کے پیچھے آنے والا؟ اور کس کا جانشین؟ اس کے جواب کی تلاش میں بیکار بحثیں اور لاعینی اختلافات پیدا کئے جاتے ہیں۔ سیدھی سی بات ہے کہ انسان خدا کا نائب ہے۔ مطلب یہ کہ انسان کو اس دنیا میں خلیفہ کی حیثیت سے پیدا کیا گیا۔ اس کائنات کا خالق اور مالک و مربی صرف اللہ ہے اور انسان اُس کا خلیفہ۔ خلیفہ وہ ہوتا ہے۔ جو اپنے مالک کی ملکیت میں اس کے منشا کے مطابق تصرف کرے۔ اُس کے دیے ہوئے حقوق سے فائدہ اُٹھائے اور اس کے عطا کردہ اختیارات کی حدود سے باہر نہ جائے۔ خلیفہ یا نائب مالک و آزاد نہیں ہوتا۔ بلکہ اجیر اور پابند ہوتا ہے۔ اگر وہ اپنے مالک کی کسی چیز کا خود مالک بن بیٹھے تو یہ بغاوت اور غاصبانہ قبضہ ہے۔ قدرت نے انسان کو یہ اختیار دیا ہے۔ کہ وہ اس دنیا میں خدا کا بندہ اور خلیفہ بن کر رہے۔ یا خالق کائنات کا باغی ہو کر دنیا کی چیزوں پر غاصبانہ قبضہ کرے۔ اسی میں اس کی آزمائش ہے کہ وہ دنیا میں خلیفہ بن کر رہتا ہے یا باغی بن کر۔ جیسا کرے گا ویسا بھرے گا۔ یہیں سے نیکی و بدی، عذاب و ثواب اور جنت و دوزخ کی بحثیں اور مسائل پیدا ہوتے ہیں۔ خلاصہ یہ کہ خلافت کے معنی ہیں جانشینی۔ خلیفہ الرسول کے معنی ہیں رسول کا جانشین۔ اور استخلاف کے معنی ہیں جانشین بننا۔

جب کوئی قوم یا جماعت کسی پہلی و گذشتہ قوم یا جماعت کی جانشین ہوتی ہے تو پھر اس میں تمکین و تسلط بھی ہوتا ہے۔ ایک قوم کے بعد دوسری قوم کو خلافت دینے اور خلیفہ بنانے کا مطلب ہی یہ ہوتا ہے کہ اس کو اسبق قوم کی جگہ تمکین و تسلط کر دیا جائے۔ پس خلافت فی الارض سے مفہوم قوت و غلبہ کے ساتھ جانشینی بھی ہے۔ جیسا کہ حضرت داؤد علیہ السلام کے متعلق ارشاد ہے:-

يَا دَاوُدَ اِنَّا جَعَلْنَاكَ خَلِيفَةً فِي الْاَرْضِ فَاحْكُم بَيْنَ النَّاسِ بِالْحَقِّ - اے داؤد ہم نے تمہیں ملک میں خلیفہ (بادشاہ) بنایا ہے۔ سو لوگوں کے درمیان حق کے ساتھ حکومت کرو (یعنی ان کے تمام اختلافات اور جھگڑے تو انہیں اللہ کے مطابق طے کر دو)۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ ہم خلافت کو حکومت و بادشاہت کے معنوں میں اُس وقت استعمال کر سکتے ہیں۔ جبکہ لوگوں کی زندگی کے تمام معاملات و مسائل کو قوانین اللہ کے مطابق سر انجام دیا جائے۔ جس حکومت میں قانونِ الہی کے مطابق فیصلے نہ ہوں اس کو اسلامی حکومت و خلافت نہ کہ ہرگز ہرگز کہہ سکتے۔ جو چیز حکومت و خلافت کو اسلامی بناتی ہے۔ وہ یہ ہے کہ انفرادی و اجتماعی طور پر تمام امور میں

اسلامی احکام کی پیروی کی جائے۔ انہی معنوں میں حاملین قرآن سے کہا گیا ہے۔

ثُمَّ جَعَلْنَاكُمْ خَلَائِفَ فِي الْأَرْضِ مِنْ بَعْدِهِمْ لِنَنْظُرَ كَيْفَ تَعْمَلُونَ ہ پھر ہم نے تمہیں اُن (امم گذشتہ) کے بعد زمین میں خلیفہ بنایا ہے۔ تاکہ ہم دیکھیں کہ تم کس قسم کے کام کرتے ہو۔

غاصب بنتے ہو یا خلیفہ۔ زمینوں کے خود مالک بنتے ہو یا اللہ کی مالکیت مان کر بطور خلیفہ اُن میں تصرف کرتے ہو۔ اپنے ملک کا انتظام قانون الہی کے مطابق کرتے ہو یا اس کے لئے قانون خود بناتے ہو؟ اللہ کی بندگی کا راستہ اختیار کرتے ہو۔ یا اپنی خداوندی حکومت کا تخت بچھاتے ہو۔ اور شکرِ نعمت کرتے ہو یا کفرِ ان نعمت؟ چنانچہ حاملین قرآن کو یہ بھی سمجھا دیا گیا۔

وَلَقَدْ أَهْلَكْنَا الْقُرُونِ مِنْ قَبْلِكُمْ لَمَّا ظَلَمُوا وَجَاءَتْهُمْ رُسُلُهُم بِالْبَيِّنَاتِ وَمَا كَانُوا لِيُؤْمِنُوا  
لَكِنَّ الْإِنْسَانَ لِرَبِّهِ الْأَعْلَى الْجُورِ ۚ ہ اور تم سے پہلے کتنی ہی قومیں گزر چکی ہیں کہ جب انہوں نے ظلم کی راہ اختیار کی تو ہم نے انہیں (اُن کے اعمال کی پاداش میں) ہلاک کر دیا۔ اور اُن کے رسول اُن کے پاس روشن دلیلوں کے ساتھ آئے مگر اس پر بھی وہ ایمان پر آمادہ نہ ہوئے۔ تو دیکھو ہم اس طرح مجرمین کو ان کے جرائم کی سزا دیتے ہیں۔

اس میں واضح طور پر بتلادیا گیا کہ دیکھو تم سے پہلے جتنی قومیں ہلاک ہوئیں ان کی ہلاکت کا سبب ظلم تھا جب انہوں نے ظلم پر کمر باندھی اور رسولوں پر ایمان لانے سے منہ موڑا تو وہ ہلاک ہو گئیں۔ قرآن حکیم کی رد سے سب سے بڑا ظلم شرک ہے (إِنَّ الشِّرْكَ لَكُظْمٌ عَظِيمٌ) اور سب سے بڑا شرک یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کو حاکم اور مالک امر و نہی مانا جائے اور خدا تعالیٰ کی ہدایت سے بے نیاز ہو کر اپنا نظام زندگی خود بنالیا جائے۔ اس سے امت مسلمہ کو روکا گیا تھا کہ یہ شرک اپنے اندر نہ پیدا ہونے دینا۔ اللہ کی حکمت اور قانون سازی کو باقی رکھنا، اسلامی اصول و احکام کی پیروی کرتے رہنا اور اپنے تمام انکار و اعمال کو کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کے مطابق رکھنا۔ مگر انہیں کہ ہم نے اس ہدایت پر عمل نہیں کیا۔ اور یہ شرک اپنے اندر پیدا کر لیا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ہم امتِ اَوام کے مقام سے گر گئے۔ اور اپنے تمام اوصاف و خصائص کھو بیٹھے۔

مومنوں سے استخلاف فی الارض کا وعدہ۔ ہمیں یہ بھی یاد نہ رہا کہ ہم کیا تھے اور کیا بن گئے؟ کیا کرنا تھا اور کیا کر رہے ہیں۔ قرآن پاک کی دعوت و پکار سے کان بند کئے بیٹھے ہیں۔ ایمان کے مقتضیات و مطالبات سے غافل و نا آشنا ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ کے تمام وعدوں کو فراموش کئے ہوئے ہیں۔ نہیں جانتے کہ جب دنیا پر کفر و شرک اور معصیت و شقاقیت کی گھنگھور گھٹائیں چھائی ہوئی تھیں۔ اور ساری دنیا ظلم و ستم کی تاریکیوں میں گھری ہوئی تھی تو دفعہ صبح سعادت نے ظہور کیا اور حق و صداقت کا آفتاب پر تو اٹکن ہوا۔ اُس وقت خدا نے پاک نے وعدہ فرمایا:-

وَعَدَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْأَرْضِ لَمَّا اسْتَخْلَفَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ  
وَلَيُعْطِيَنَّهُمْ دِينَهُمُ الَّذِي ارْتَضَىٰ لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِنْ بَعْدِ خَوْفِهِمْ أَمْنًا ۚ يَعْبُدُونَنِي

وَلَا بُشْرًا لِّكَوْنِ بَنِي تَيْمِثَآءَ (نور) خدا نے تم میں سے ایمانداروں اور نیکوکاروں سے وعدہ کیا ہے۔ کہ ان کو بے شبہ زمین میں اپنی خلافت اسی طرح عطا کرے گا جس طرح کہ گزشتہ امتوں کو اس نے اپنی خلافت عطا کی تھی۔ اور اُن کے اُس مذہب کو جس کو اس نے ان کے لئے پسند کیا ہے یقیناً قوت بخشے گا۔ اور اُن کی بے امنی کو امن سے بدل دے گا۔ کہ مجھ کو پوچھیں اور کسی کو میرا شریک نہ بنائیں۔

اس آیت کریمہ میں دو باتوں کا فیصلہ کر دیا گیا ہے۔ اولاً یہ کہ استخلاف فی الارض کیلئے ایمان اور عمل صالح شرط ہے۔ اللہ کا یہ وعدہ انہی لوگوں سے ہے جو ایمان صادق اور کامل رکھتے ہوں اور ان سے اعمال صالحہ کا صدور بھی ہو۔ قرآن حکیم کے نزدیک ایسا ایمان جس سے اعمال صالحہ کا صدور نہ ہو درحقیقت ایمان ہی نہیں۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ ایک شخص اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھے مگر اس کے اوامر و نواہی پر عمل پیرا نہ ہو۔ ایمان تخم ہے اور اعمال صالحہ اس کے برگ و بار۔ استخلاف فی الارض کے لئے یہ دونوں باتیں لازمی ہیں۔ اگر ایمان کے دو عیداروں کو ممکن فی الارض حاصل نہ ہو تو سمجھا جائے گا۔ کہ وہ ایمان اور عمل صالح کی صحیح روح سے محروم ہیں۔

ثانیاً یہ کہ ایمان کامل کے ہوتے ہوئے اعمال صالحہ کا اکتساب لازمی امر ہے۔ جن لوگوں میں یہ دونوں باتیں موجود ہوں وہی خلافت کی صلاحیت رکھتے ہیں۔ ان کی حفاظت و صیانت اور صلاح و کامرانی کا ذمہ تالونِ فطرت نے اپنے ذمہ لیا ہے۔ جب تک ان میں یہ ایمان اور صلاحیت عمل باقی رہے گی وہ غالب اور متمکن فی الارض رہیں گے۔ لیکن جب اُن میں فسق اور شرک پیدا ہو جائے گا تو وہ رو بہ زوال اور تمکن و غلبہ سے محروم ہو جائیں گے۔

**حکومتِ الہی نبوت کے لئے لازم نہیں۔** یہاں یہ امر بھی اچھی طرح ذہن نشین کر لینا چاہئے کہ حکومتِ الہی اور استخلاف فی الارض نبوت کے ضروری لوازم سے نہیں۔ اگرچہ تمام انبیاء علیہم السلام دنیا میں اس لئے آئے کہ انسانوں کو انسانوں کی غلامی سے نجات دلا کر ان کو صرف اللہ کا بندہ بنادیں۔ اور اسلام کو دنیا میں ایک نظامِ حیات کی حیثیت سے قائم کر دیں مگر اس کے لئے یہ ضروری نہیں کہ وہ عملاً اس کو قائم بھی کر دیں اور جو نبی حکومت و خلافت سے محروم رہے اس کی نسبت نعوذ باللہ یہ کہا جاسکے کہ وہ دنیا سے ناکام گیا۔ بلکہ ان کے ذمہ صرف اتنی بات لائے اور ضروری ہے کہ وہ اقامتِ دین کے لئے اپنی پوری پوری جدوجہد اور کوشش صرف کر دیں۔

بات یہ ہے کہ جب دعوتِ الہی کو مناسب ماحول، سازگار حالات، سرفروشی مجاہد اور وسعت و ترقی میسر آجائے تو حکومتِ الہیہ عملی طور پر ظور پذیر ہو جاتی ہے۔ ورنہ نہیں۔ علمبردارانِ حق و صداقت کا یہ کام نہیں ہوتا کہ وہ زمانہ کا ساتھ دیں۔ بلکہ وہ زمانہ کو سازگار بنایا کرتے ہیں۔ زمانہ سازگار خود بخود نہیں ہوا کرتا۔ بلکہ سازگار بنایا جاتا ہے۔ علمبردارانِ حق اس سعی و کوشش میں اپنا سب کچھ قربان کر دیا کرتے ہیں۔ اگر اس کے باوجود وہ حکومتِ الہی کے قیام میں ناکام رہتے ہیں تو وہ پھر بھی کامیاب و بامراد ہی ہوتے ہیں۔ بندہ کا کام صرف بندگی و اطاعت ہوتا ہے۔ اس کے نتائج و ثمرات پیدا کرنا یہ اللہ کا کام ہوتا ہے۔ اسی طرح امتوں کو سمجھائیے ان کا کام صرف اتنا ہے کہ حکومتِ الہی یا اقامتِ دین کے مقصدِ عظمیٰ کو اپنے سامنے رکھیں۔ اس کو اپنی زندگی کا

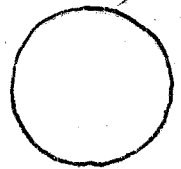
نصب العین بنائیں۔ شرک، کفر، بدعت، معصیت، فسق، انتشار اور بے عملی سے بچتے رہیں اور قربانی و ایثار جاد فی سبیل اللہ کی روح کو اپنے اندر ٹھکانہ پڑنے دیں۔ اور اس کے بعد تہا ج کو اللہ تعالیٰ پر چھوڑ دیں۔ امت مسلمہ کو قرآن حکیم نے بار بار متعدد مواقع پر اس نکتہ کو اچھی طرح اور وضاحت کے ساتھ سمجھا دیا ہے۔

یہاں یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ جب دنیا میں عام ظلم و فساد، جبر و استبداد اور فسق و فجور پھیل جاتا ہے۔ انسان روحانی اور اخلاقی طور پر مر جاتے ہیں، مادہ پرستی کا دورہ ہو جاتا ہے۔ اللہ کی زمین بندوں کے قبضہ میں آ جاتی ہے عزیروں، مفلکوں اور کمزوروں پر عرصہ حیات تنگ ہو جاتا ہے۔ دعوت الہی انسانی حکومتوں اور سیاست مکی سے آکر ٹکراتی ہے لادین سیاست مذہب و اخلاق اور خدا پرستی کو مٹا دینے پر تل جاتی ہے اور ہر طرف بے دینی، بدحالی اور انتشار پھیل جاتا ہے تو پھر دعوت حق کی پہلی ضرب رائج الوقت نظام اور موجودہ حکومت و سیاست پر پڑتی ہے۔ اہل حق کو سب سے پہلے نظام باطل اور انسانی حکومت سے ٹکرانا پڑتا ہے۔ اس کے بغیر دعوت حق کا راستہ صاف نہیں ہوتا۔ چنانچہ حضرت ابراہیم اور حضرت موسیٰ علیہما السلام ایسے ہی وقت میں مبعوث ہوئے اور قوم و ملک کو نماردہ و فراعنہ کی غلامی اور جبر و استبداد سے نجات دلائی۔

پیغمبروں میں حضرت عیسیٰ اور حضرت یحییٰ علیہما السلام بھی گزرے ہیں جن کو حکومت کا موقع نہیں ملا۔ اور داؤد اور سلیمان علیہما السلام سے گزرے ہیں جو قوموں اور ملکوں کی قسمت کے مالک بنے۔ پہلے انبیاء بھی کامیاب اور دوسرے انبیا بھی کامیاب اپنے اپنے ماحول اور حالات کے مطابق دو دو قسیم کے انبیاء اقامت دین کا حق کماحقہ ادا کیا۔ لیکن ہمارے نبی محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم چونکہ قائم الانبیا، جلال و جمال کے حامل، دین و دنیا کے جامع اور تمام روحانی و مادی کمالات کے مظہر اتم تھے۔ اس لئے جہاں آپ نے اخلاق و روحانیت کے فیوض و برکات سے اپنی امت کو نوازا۔ وہاں عرب کے خزانوں، ایرانیوں اور رومیوں کی حکومتوں اور مادی ذخائر کو بھی اُس کے قدموں میں ڈال دیا۔ اور اپنے بعد قیامت تک کے لئے اس کے ذمہ یہ فرض عائد کر دیا کہ وہ دنیا تمام ظالمانہ و مفسدانہ نظامات کو ٹکڑا کر نظام حق کو قائم کرنے میں اپنی تمام مساعی صرف کرتی رہے۔ (باقی پھر)

## سرخ نشان

دائرہ میں سرخ نشان سالانہ چندہ ختم ہونے کی علامت ہے۔ آئندہ ماہ کا رسالہ بذریعہ دی۔ پی ارسال ہوگا۔ جس کے زائد اخراجات سے بچنے کے لئے بہتر صورت یہ ہے کہ آپ اپنا چندہ بذریعہ منی آرڈر بھیجیں۔ خریداری منظور نہ ہو تو اطلاع دیں۔ خدا را دی۔ پی واپس کر کے ایک اسلامی ادارے کو ناحق نقصان نہ پہنچائیں۔ خط و کتابت کرتے وقت خریداری نمبر کا حوالہ ضرور دیں۔ (غلام حسین مینچر شمس الاسلام)



براہتمام غلام حسین ایڈیٹر۔ پرنٹر و پبلشر مینچر ثنائی برقی پریس سرگودھا سے چھپ کر  
بھیرہ (پاکستان) سے شائع ہوا +

مس السلام بھیرہ میں سرخ نشان سالانہ چندہ ختم ہونے کی علامت ہے۔ آئندہ ماہ کا رسالہ بذریعہ دی۔ پی ارسال ہوگا۔ جس کے زائد اخراجات سے بچنے کے لئے بہتر صورت یہ ہے کہ آپ اپنا چندہ بذریعہ منی آرڈر بھیجیں۔ خریداری منظور نہ ہو تو اطلاع دیں۔ خدا را دی۔ پی واپس کر کے ایک اسلامی ادارے کو ناحق نقصان نہ پہنچائیں۔ خط و کتابت کرتے وقت خریداری نمبر کا حوالہ ضرور دیں۔ (غلام حسین مینچر شمس الاسلام)